رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۹

نور افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہی

جلد ۳۹ | ہر ہفتہ بروز جمعہ لودیانہ سے شائع ہوتا ہے ۱۵ - دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء | نمبر ۵۰

جشن سعد از	سمت ۱۹۶۸	حضور قیصر ہند
جارج پنجم کی جو آمد ہے میانِ دہلی	سنہ ۱۹۱۱ء	اوجِ ہفتم میں اُڑے جائیں نشانِ دہلی
اس شہنشاہ کے آنے سے بیانِ دہلی	سنہ ۱۹۱۱ء	یاد ہر دیہہ میں ہوتا ہے بیانِ دہلی
واہ کیا سحر ہوائے سحری کا دیکھا	سنہ ۱۹۱۱ء	اُڑ گئی بن کے پری بادِ خزانِ دہلی
برگ ورِ گلشن لنڈن کی ہوا لائے اگر	سنہ ۱۹۱۱ء	کیوں عجب ہے وہ چلے سروِ جہانِ دہلی
ایشیائے ہو کہ یورپ کا بشر کوئی بھی	سنہ ۱۹۱۱ء	کھائے لنڈن کی ہوا دیکھے نشانِ دہلی
شاد و مسرور ہیں آزاد ہیں آباد ہیں کل	سنہ ۱۹۱۱ء	مرد و زن پیر کہن طفل و جوانِ دہلی
ہیں یہاں راجہ و مہاراجہ کہ مفلس کہ امیر	سنہ ۱۹۱۱ء	چین ہے سب کو ترا امن و امانِ دہلی
ہے ہمایوں پئے نواب گورنر جنرل	سنہ ۱۹۱۱ء	آپ کے عہد کی کل رونق و شانِ دہلی
جارج آباد میں اورنگ نشینی کا یہ جشن	سنہ ۱۹۱۱ء	آج ہے شاہ جہان اب یہ جہانِ دہلی
اتنہ وثوق کا پہنچے نہ کبھی چوروں کا پاؤں	سنہ ۱۹۱۱ء	دبدبہ شاہ کا ہے آپ نشانِ دہلی
ایک دو نصف کرے ایک ترازو ہو جائے	سنہ ۱۹۱۱ء	وار میں چلتے وہ اب سیف و سنانِ دہلی
قیصرِ ہند ہوئے جارج پنجم لو سنو	سنہ ۱۹۱۱ء	پنجگانہ ہے یہ آواز اذانِ دہلی
دوستوں سے ہو بس آباد عدو سے خالی	سنہ ۱۹۱۱ء	یوں ہی ہم وزن ہو کل سود و زیانِ دہلی
جارج آباد کو آفاق میں شہرہ ہو وہ آج	سنہ ۱۹۱۱ء	نام نامی سے چلے نام و نشانِ دہلی
کارونیشن کا عدو بلیں سگر اب آو	سنہ ۱۹۱۱ء	عیسوی سال کھلیں ہندسہ دانِ دہلی
مثلِ روبہ کی مانند جو ہیں روبہ عدم	سنہ ۱۹۱۱ء	شیرِ انگلینڈ نے لی اب عنانِ دہلی
سیو دی امپراو گاڈ کریں دل سے دعا	سنہ ۱۹۱۱ء	مندر و مسجد و گرجا ہیں میانِ دہلی
جیسے اوروں کو خطاب آج ملیں ویسے ہی	سنہ ۱۹۱۱ء	جارج آباد دکھا جائے بشانِ دہلی
فرخ آباد سے بھیجا جو قصیدہ مقت	سنہ ۱۹۱۱ء	داد بھی دے کوئی اب اہل زبانِ دہلی
عاجز و بندہ	۱۳۲۹ ہجری	کیدار ناتھ مقت

اخبار کی بہار

حضور شہنشاہ کی آمد پر بمبئی میں رونق کا کمال لطف تھا آرائش بے نظیر - بیشمار محرابیں۔

ایک محراب خالص کپاس کے ۵۰۰ گٹھڑوں کی بنی تھی۔

حضور کے جہاز مدینہ کے ہمراہ چار عالیشان جنگی جہاز تھے۔

سر فیروز شاہ مہتہ پریسیڈنٹ میونسپلٹی نے خیر مقدم کا اڈریس پڑھا وہ شایاں شان تھا حضور نے تحریری جواب پیش فرمایا جس میں اہل ہند سے کمال الطاف اور ہمدردی مظہر تھی۔ اڑہائی سو سال سے زیادہ ہوا جبکہ یہ مقام برٹش ملک کے جہیز میں پایا تھا۔ اس وقت یہاں ماہی گیروں کا گاؤں تھا۔ آج اس کی شان و شوکت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پرائمری تعلیم کا جبریہ و مفت کرنا عظیم خرچ چاہتا ہے۔ سرکار اس کی متحمل نہیں ہوسکیگی۔

صرف عمارات و سامان کے لئے قریب ۸۰ کروڑ روپیہ درکار ہوگا۔ مستقل خرچ علاوہ ہے۔

اس کے لئے ۲۴ تا ۳۰ کروڑ روپیہ سالانہ درکار ہوگا اور سرکار کو ضرور مزید ٹیکس لگانا پڑے گا۔

جلسہ میں ماسٹر آف ایلی بنک بھی شریک ہونگے شہنشاہی صحت کے جام بھی نوش کئے جاوینگے۔

بموقعہ دربار دہلی اور جلوس کلکتہ وغیرہ میں جس قدر کرسیاں استعمال ہونگی وہ سب آسٹریا کی ساخت ہیں۔ ہزارہا کرسیاں آسٹریا سے منگوائی گئی تھیں۔ یہ کرسیاں خوبصورتی میں عمدہ ہیں۔

پنجاب کی شاہی یادگار کا چندہ ابھی تک بفضل خدا جمع ہو رہا ہے۔ اس وقت ۱۵ لاکھ ۲۴ ہزار ۴۱۸ روپیہ سے بھی بڑھ گیا ہے۔ امید ہے کہ خاطر خواہ کامیابی ہوگی جو شاہی یادگار اعلیٰ پیمانہ پر ہوگی۔

مجلس ایران اپنی نالائقی سے بےطرح ذلیل ہو رہی ہے افسوس کہ دوستوں میں تمیز نہیں کرسکتی۔

پہلے الٹی میٹم کی طرح مزید مطالبات میں بھی پس و پیش کرتی ہے ایسا نہ ہو کہ آخر میں کچھ دیکھنا پڑے۔

روس کے مطالبات پہلے سے بھی بہت سخت ہیں۔ ملکرانی کی ذمہ داریاں بھی جن کی تکمیل نہیں ہو۔

روس چاہتا ہے کہ ایران میں اس کے اور برطانیہ اعظم کے مستقہ فوائد پر چشم پوشی نہ کی جاوے

دہلی میں شہنشاہ معظم کا داخلہ کیسا بے نظیر شاندار تھا سب پروگرام جلوس نکلا۔ دربار کی دھوم کمال۔

احاطہ دربار میں بہاولپور کا عظیم خیمہ ملاقات جلگیا تھا جسلیے بادشاہی کا ذخیرہ آتشبازی بھی رکھا

پنجاب میں سند لیڈری آئندہ حسب ضرورت موقوف ہوگئی تاکہ قانونی پیشہ کی بھرمار نہ ہونے پاوے

شکر ہے کہ ایران آخر ہوش میں آیا۔ خیر باشد۔ ایران نے روس کو بھی ایک الٹی میٹم بھیجا ہے۔

مطالبہ یہ ہے کہ روسی فوجیں کازوین سے نہ بڑھیں۔ اور مزید کمک کے احکام فسخ کئے جاویں۔

اگر روس ۴۸ گھنٹہ میں عمل نہ کریگا تو ایران بزور خبر لیگا مبارکباد ہے چشم بد دور ہو۔

کولمبو کے لئے ایک کیتھیڈرل کی تیاری ہے اور بشپ صاحب نے بیان کیا ہو کہ ۵ ہزار روپیہ اس کے لئے جمع ہے اور زیادہ روپیہ کی ضرورت ہو۔

ولیسرائے صاحب نے منظور کیا ہے کہ ینگ مینس کرسچین ایسوسی ایشن کی نیشنل کونسل کے آنریری پیٹرن مقرر کئے جاویں

ٹورنٹو کے لوگوں نے ڈہائی لاکھ چندہ جمع کیا ہے کہ کلکتہ میں ایک عمارت نیشنل ہیڈ کوارٹر کے طور پر بنے۔ اس عمارت میں ٹرینگ سکول لائبریری اور نیشنل سکرٹری کے دفتر بنیں گے۔

الوہیم آگے بڑھتا جاتا ہے اور جگہ بجگہ رخنہ دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ایک مارے جاتے ہیں۔ اور ان کے گاؤں جلائے جاتے ہیں

کلکتہ کے چینا بازار میں ایک چومنزلے مکان میں آگ لگی۔ اور چار پانچ جانیں ہلاک ہوئیں اور نقصان کا اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ کیا جاتا ہے۔ ایسی آگ پہلے کبھی ایسی سخت نہیں لگی تھی۔

خبر آئی کہ شملہ میں اولے اور برف پڑی ہے۔ جس سے سردی از حد ہوگئی ہے۔ ایسی ٹھنڈ ۲۵ یا ۳۰ سال سے کبھی نہیں پڑی تھی۔

لاہور کی امپیریل پبلشنگ کمپنی نے ارادہ کیا ہے کہ دہلی دربار کا بیان معہ تصویروں کے شائع کریں۔ اس کا پہلا حصہ اسی مہینہ میں شائع ہوگا۔ اس میں بادشاہ سلامت اور کوئین میری۔ ویسرائے اور لیڈی ہارڈنگ ممبران کونسل راجاؤں اور سرداروں اور سب بڑے لوگوں کی تصویریں اور ان کا مختصر حال درج ہوگا۔ اور اس کتاب کا دوسرا حصہ ماہ فروری ۱۹۱۲ء میں شائع۔ اور اس میں دربار کے کل جلوس کی تصویریں اور مختصر بیانات ہونگے۔ اور نیز ان لوگوں کا حال ہوگا جن کو خطابات وغیرہ بادشاہ سلامت عطا فرماوینگے

کہتے ہیں کہ شہر دہلی کی جامع مسجد میں جو دنیا کی مساجد میں سے دوسرے درجے کی مسجد ہے۔ حضرت محمد صاحب کا ایک بال بڑی حفاظت سے رکھا ہوا ہے۔

دنیا میں سب سے بڑا تالاب انگلستان میں کلکتہ کے [illegible] رہا ہے جو ۱۲۰ فٹ اونچا ہے۔ اس میں ۹۰ لاکھ گیلن پانی سما سکتا ہے۔ اس تالاب کے بنانے میں فولاد کا نرا استعمال ہوا ہے۔

میسی ڈونیا میں بھی کچھ بغاوت ہوگئی ہے قصبہ الیشبت واقع میسی ڈونیا میں بلگیریا کے باغیوں نے ڈینامیٹ سے ایک مسجد کو اڑا دیا جس سے ۱۲ مقتول اور ۱۳ زخمی ہوئے۔

نورافشان

لودیانہ - جمعہ - ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء

فہرست مضامین

اڈیٹوریل نوٹس

Coronation Number

تاجپوشی کا اظہار

مبارک! مبارک!! مبارک!!!

ہزار ہا شکر خدائے قادر ہمارے آسمانی باپ کا ہو - کہ جس نے اپنی بڑی مہربانی سے برٹش گورنمنٹ کو یہ عروج بخشا کہ آج اس کا بادشاہ ملک ہندوستان کا شہنشاہ بن کر اس کے تخت کو رونق بخشتا ہو - یہ سچ مچ بڑا نادر موقعہ ہے جس میں خوش ہونا بلکہ خوشی کے نعرے بلند کرنا ہر ایک مسیحی اور مسیحی کا فرض ہو جو مدت سے انگلیش گورنمنٹ کی سلطنت فیض حکمت اور عدل گستر مملکت میں رعیت بننے کا فخر حاصل کیا ہوا ہے - اور اس کے بیشمار فوائد سے مستفید ہو رہے ہیں - اگر کوئی ایسا کرنے سے باز رہے تو یہ امر سراسر نمک حرامی اور بے وفائی ہوگا بلکہ نہایت ضروری ہے کہ ہر ایک کو وہ اس موقعہ کو

اپنی خوشی و شادمانی سے دوگنا رونق بخشیں بنا دے

تاج پوشی شہنشاہ جارج پنجم کو مبارک ہو

۷ دسمبر سے ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء تک دربار دہلی کی رونق قابل دید رہے گی - لاکھوں باشندگان ملک ہند کا گزر اس شہر میں ہوا ہے شاہنشاہ کی اس خوشی کو دیکھ کر ہر کوئی مسرور اور خوش نظر آتا ہے اور سب لوگ خوشی کے اظہار کسی نہ کسی طرح سے ظاہر کر رہے ہیں - شاہ اور رعیت اس خوشی میں یکساں حصہ لے رہے ہیں - امیر و غریب اس کا لطف برابر اٹھا رہے ہیں - خدا یہ تاج ہمارے شہنشاہ جارج پنجم کو مبارک کرے اور وہ اپنی عمر بڑی کامیابی کے ساتھ ہمارے ملک پر سلطنت کرنے کے لئے الٰہی طاقت حاصل کرتے ہوئے عدل و انصاف سے فرمانروائی کریں - ہماری دعا آج یہ ہے

Long live the Emperor

"شاہ سلامت ہو" "یا رب رکھ شہنشاہ کو بخیر" "سلطنت اس کی ہو با امن" "ممتاز اور مبارک ہو اس کا تم"

۱۲ دسمبر تاجپوشی شہنشاہ جارج پنجم کی تاریخ دنیا کی تواریخ میں قابل یادگار دن رہیگا - دہلی کے لوگ خصوصاً اور کل ہندوستان کے لوگ عموماً اپنی زندگی بھر اس کا ذکر اپنی آنیوالی اولاد کے روبرو کیا کرینگے - سچ مچ یہ ایک بڑا عالیشان دربار ہوا ہے جس کی مثال تواریخ میں اس سے پیشتر نہ تھی - اس ملک کے اکثر بادشاہ خواہ ہندو یا مسلمان جو اس پر حکمران ہوئے کئی شہروں کو اپنا اپنا دارالخلافہ بنا کر تاجپوشی کی رسم منا چکے ہونگے پر یہ خاص تاجپوشی شہنشاہ جارج پنجم کی اپنے ڈھنگ کی نرالی ہے جس سے خاص شہر دہلی کو شرف حاصل ہوا ہے - اگرچہ دوسرے بڑے بڑے شہروں کا نام لیا گیا مگر آخر کار کثرت رائے سے دہلی ہی جو اسلامی سلطنت کے عظیم الشان بادشاہوں کی بارونق جگہ سمجھی گئی اس کام کے لئے موزوں سمجھی گئی - اور یہ رسم دہلی شہر میں مع تاریخ کو پوری ہو چکی - ہم اس کے خیریت کیساتھ انجام دیئے جانے پر خدا کا شکر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ کاشکہ صلح اور امن سے یہ حکومت زمانوں تک اسی خوبی کے ساتھ قائم رہے اور دنیا کو اپنے گوناگوں فیضوں سے باریاب کرتی رہے - اور خدا تعالٰی کی برکت اور حکمت کی روح اس کے شاہاں کے دلوں کو اتنے بندگان خدا پر عدل و انصاف سے اپنی مرضی

[illegible]

شہنشاہ جارج پنجم کی زندگی کے حالات

ہمارے بادشاہ سلامت ۳ جون ۱۸۶۵ء کو پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۶ سال سے زیادہ ہے آپ کی پیدائش بحیثیت ولیعہد کے نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ آپ سے پیشتر آپ کے بڑے بھائی ڈیوک آف کلیرنس پیدا ہوئے تھے اور وہ ولیعہد سلطنت مانے جاتے تھے۔ اسلئے انکی نسبت آپ پر سرکاری قوانین اور نگرانی لازمی نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو شروع ہی سے سلطنت برطانیہ کے لوگوں کے عادات خیالات اور خواہشات کا نہایت عمدہ طریقہ میں مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا۔ چونکہ آپ کو اپنے سے پیشتر دو شاہان انگلستان یعنے ملکہ وکٹوریہ اور شاہ ایڈورڈ ہفتم کے عہد حکومت کی باتوں کا تجربہ ہو چکا ہے۔ اسلئے آپ میں ایک کامیاب حکمران اور قابل مدبر کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ آپ نے تقریباً تمام ممالک دنیا کی سیاحت کی ہے اور بہت سے ملکوں اور نیز سلطنت برطانیہ کی مختلف حصوں کا طریق حکومت اچھی طرح سے معلوم کرلیا ہے ساتھ ہی تاریخ دنیا اور اپنے زمانہ کے تمام اہم واقعات کا مطالعہ فرمایا ہے اس لئے آپ کے خیالات نہایت شستہ اور رائے نہایت پختہ ہے۔ برطانیہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لینے سے پیشتر آپ کو اپنی سلطنت کے پولیٹکل سول تمدنی اور فوجی معاملات کا کافی تجربہ حاصل ہو چکا تھا اب ولیعہد بنائے جانے سے پیشتر پارلیمنٹ کے ممبروں اور انگلستان کی دونوں ملکی پارٹیوں کے لیڈروں کے خیالات سے واقفیت حاصل کرتے رہے اور ولیعہد بنائے جانے کے بعد تو سلطنت کے تمام اہم مسائل کے ساتھ آپ کی دلچسپی بہت بڑھ گئی۔ ان حالات میں بجا طور پر امید کی جا سکتی ہے کہ آپ کا عہد حکومت سلطنت برطانیہ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

بادشاہ سلامت محکمہ بحری میں ۱۸۷۷ء میں داخل ہوئے اور ۱۸۹۵ء تک مختلف جہازوں پر جہاز رانی اور بحری فوج کے قواعد کے متعلق مختلف قسم کی خدمات دلی شوق اور محنت سے انجام دیتے رہے۔ جس کے باعث آپ کو اعلیٰ قابلیت پیدا ہو گئی لیکن ۱۸۹۲ء میں اپنے بڑے بھائی کی وفات کے باعث آپ کو بحری خدمات سے مجبوراً علیحدہ ہونا پڑا۔ کیونکہ اس وقت آپ آئندہ ولیعہد سمجھے گئے۔ لیکن اس کے بعد بھی آپ نے کئی سال تک بحری خدمت سے بالکل ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ مختلف بحری عہدوں سے ترقی پاتے ہوئے آپ ۱۹۰۱ء میں امیر البحر کے عہدے تک جا پہونچے۔ جن صفات کا ہونا جو بادشاہ کے لئے ضروری ہے وہ آپ میں موجود ہیں۔ مثلاً فرض کو فرض سمجھنا۔ محنت سے جی نہ چرانا۔ کام انجام دینے کے ذرائع پیدا کرنا۔ مشکل سے مشکل وقت میں اوسان کا خطا نہ ہونا۔ ۱۸۹۲ء میں اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد ہمارے بادشاہ سلامت آئندہ ولیعہد سلطنت سمجھے گئے اور انگلستان کے پارلیمنٹ میں نواب یارک نام سے شریک ہوئے۔ اُس کے بعد آپ کی شادی ملکہ میری سے ہوئی۔ اپنی دادی سرگباشی ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے بعد آپ نے آسٹریلیا کی پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اور نہ صرف آسٹریلیا بلکہ نیوزیلنڈ جنوبی افریقہ۔ کینیڈا اور نیوفونڈلینڈ کی سیر بھی کی۔ واپسی پر آپ نے اپنے اہل ملک کو بیدار بنانے کے لئے جو تقریر کی تھی اسے بہت پسند کیا اور اس نے برطانیہ کے لوگوں میں حب الوطنی کا ایک زبردست جذبہ پیدا کر دیا۔

۱۹۰۵ء میں ہمارے بادشاہ اور ملکہ نے ولیعہد اور ولیعہد بیگم کی حیثیت سے ہندوستان کی سیاحت کی اور واپسی پر یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم اپنے دل میں نہ صرف اہل ہند کی ہمدردی اور محبت کا نقش ہی لئے جاتے ہیں بلکہ اُن کی ضروریات کا ان سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں کی واقفیت کا خیال بھی جو مل جلکر ہندوستان کی بہبودی اور خوشحالی کے لئے کوشش کر رہے ہیں گو اس سیاحت میں بادشاہ سلامت نے ہندوستان میں صرف ۴ - ۵ یوم قیام کیا تھا لیکن اس قلیل عرصہ میں آپ جہاں جہاں تشریف لے گئے آپ نے لوگوں کے دلوں پر گہرا نقش پیدا کیا کہ آپ ہندوستانیوں کے حال پر خاص نظر عنایت رکھتے ہیں اور ان کی بہبودی کے معاملات میں ہمدردانہ دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ نے ہندوستان سے واپسی کے وقت جو آخری تقریر فرمائی تھی اُس میں یہ الفاظ بھی فرمائے تھے ہم حاضرین اور نیز ہندوستان کے دوسرے بے شمار لوگوں کو بتاتے ہیں کہ ہم ہندوستان سے نہایت شکرگزاری اور مسرت کے ساتھ رخصت ہوتے ہیں۔ ہم نے ہندوستان کو نہ صرف دیکھا ہے بلکہ اُس کے کل حالات سے اچھی طرح سے معلوم کیا ہے جس کے باعث ہمیں ہندوستان واقعی طور پر جنت نشان معلوم ہوتا ہے۔ اور ہماری اس خواہش کو بڑھاتا ہے کہ ہمیں اور ہندوستان کے حالات معلوم ہوتے۔ اس سیاحت نے ہمارے دل میں ہندوستان کے لئے ایک اُنس اور ہمدردانہ جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ جو ہمیشہ قائم رہیگا۔ بادشاہ سلامت تقریر کرنے میں بڑی قابلیت رکھتے ہیں۔ آپ کی تقریر گو مختصر مگر پرزور اور با اثر اور بڑی صاف ہوتی ہے۔ تقریر سے عیاں ہوتا ہے کہ بادشاہ سلامت بڑے دوربین اور پختہ خیالات رکھتے ہیں۔ غرضیکہ ہمارے بادشاہ سلامت تعلیم۔ تہذیب۔ تجربہ۔ خصلت۔ ہمدردی اور نیز دوسری صفات کے اعتبار سے واقعی نہایت موزوں فرمانروا ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں اور یہ ہندوستان کی خاص خوش نصیبی سمجھو کہ آپ جیسا عالی حوصلہ اور رعایا پرور بادشاہ ملا ہے جس کے ذریعہ یہ ہندوستان کو ترقی کرکے دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی مجلس میں اپنی مناسب جگہ حاصل کرنے میں آسانی حاصل ہوگی +

دہلی دربار میں فوجوں کے لئے چھ چیپلین چنے گئے ہیں اور یہ سب لاہور کے آرچ ڈیکن کی نگرانی میں رہینگے۔

✻



شاہنشاہ بیگم ملکہ میری کے حالاتِ زندگی

ہماری مہارانی میری ۲۶ مئی ۱۸۶۷ء کو ٹیک کے نواب کی بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں بچپن میں ایک بار آپ سخت بیمار ہو گئیں۔ مگر آخر کار ایک طویل بیماری کے بعد آپ نے صحت حاصل کی۔ آپ کی والدہ بڑی قابل تھیں اور فنِ موسیقی، مصوری۔ اور علم ادب میں بڑا ملکہ رکھتی تھیں ہماری ملکہ کو یہ صفات اپنی والدہ ہی سے حاصل ہوئیں۔ آپ کی والدہ نے اپنی نگرانی میں آپ کو نہایت عمدہ اور اعلےٰ درجہ کی تعلیم دلائی اور مذہبی تعلیم کی طرف بھی خاص توجہ دی مہارانی میری نے فنِ موسیقی اور گانے بجانے کی تعلیم اس فن کے ماہرین سے حاصل کی ہے۔ آپ بڑے خوش گو ہیں۔ علم ادب کے متعلق آپ انگریزی کے علاوہ فرانسیسی۔ جرمنی اور اطالیں زبانوں میں اعلےٰ قابلیت رکھتے ہیں۔ ان زبانوں میں آپ نہایت فصاحت اور روانی سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ انگریزی زبان کے مصنفوں میں سے آپ ٹینیس، کارلائل۔ ایمرسن اور جارج ایلیٹ کی تصانیف کو خاص شوق سے مطالعہ فرماتے ہیں شادی سے پیشتر آپ نے ان پر معلومات لیکچروں کو باقاعدہ طور سے سنا تھا جو ملکہ الزبتھ کے زمانہ کے حالات اور ترقیات وغیرہ کے متعلق انگلستان کے ایک فاضل پروفیسر نے کئی ماہ تک اچمنڈ کے مقام میں دیئے تھے۔ مہاراج ایڈورڈ ہفتم آنجہانی ہماری ملکہ میری کی قابلیت اور فضیلت کے بڑے مداح تھے۔ اور کئی مشہور مدبر اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ بڑے باخبر۔ وسیع معلومات رکھنے والی اور نہایت سمجھدار ہیں۔ آپ میں خاص وصف یہ ہے کہ برخلاف دوسرے اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتوں کے آپ اپنے خانگی معاملات میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور ایک ایک معاملہ کی بذات خود نگرانی کرتے ہیں۔ مہارانی میری کی نسبت یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آپ کی ذات میں پرانے اور نئے دونوں قسم کے خیالات کی نہایت خوش اسلوبی سے آمیزش ہوئی ہے۔

مہارانی میری کی بادشاہ سلامت کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں شادی ہوئی تھی۔ آپ کی شادی پر تمام سلطنت برطانیہ میں خاص طور پر اظہار مسرت کیا گیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ تاریخ انگلستان میں یہ پہلی ہی شادی تھی جس میں دولہا دولہن دونوں ہی سرزمین برطانیہ کے شیریں ثمر تھے۔ ایشور کی کرپا سے اس وقت تک آپ کے چھ لختِ جگر پیدا ہو چکے ہیں۔ جن میں سے ۵ شہزادے ہیں اور ایک شاہزادی۔ اور سب سے بڑے شاہزادے اس وقت ولیعہد سلطنت ہیں۔ آپ برطانیہ کی اوّل ولیعہد بیگم اور ملکہ ہیں جس نے ہندوستان کی سیاحت کی ہے۔ انگلستان سے گزشتہ سیاحت کے لئے ہندوستان کی طرف روانگی سے پیشتر ہی مہارانی میری نے ایک سال تک ہندوستان کے معاملات اور ہندوستانیوں کے عادات و خیالات سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ جس کی غرض یہ تھی کہ سیاحت کے زمانہ میں وہ ہندوستانیوں کے ساتھ مناسب طریقہ میں سلوک کر سکیں۔

ہمعصر ہندوستان مطبوعہ یکم دسمبر ۱۹۱۱ء میں اڈیٹوریل کالمس میں گرنتھ صاحب اور سکھ دھرم کے عنوان سے کئی ایک نوٹ درج کئے ہیں اور آخر کار ذیل کی پرجوش نصیحت سکھوں کو دیتے ہیں۔

ان کتھاوں کو سنا سنا کر سکھ لوگوں نے پاکھوں کو اپنے ساتھ کھینچ لیا۔ مگر اب سکھ بھائی پرانی تعلیم کو اپنے اندر رکھتے ہوئے کی صورت میں بھی ہندو جاتی سے ادہر اودہر نہیں ہو سکتے۔ میں مانتا ہوں کہ گوروں نے ہندو جاتی پر بڑے بڑے قیمتی احسان کئے اور انہوں نے گئو اور برہمن اور ہندو بیت کی رکشا کی۔ گورو تیغ بہادر نے سیس دیدیا۔ مگر ہندو جاتی کی آن اور ہندو دھرم کو نہ چھوڑا۔ میں کہتا ہوں کہ جب تک اکاش میں روشنی اور بھارت میں وید موجود ہیں دنیا کی کوئی طاقت گورو تیغ بہادر کو ہندو جاتی سے علیحدہ نہیں بنا سکتی۔ پیارے سکھ بھایو آریہ سماج آپ سے دوستی نہیں کرتی ہے۔ آپ کو غلط فہمیوں میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔ آپ کو غلط فہمیوں میں دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹتا ہے۔ میں آپ کو کس طرح سے یقین دلاؤں کہ میرے اور میرے آریہ بھائیوں کے دلوں میں گورو صاحبان کے لئے اگر آپ سے بڑھکر نہیں تو آپ کے برابر عزت ضرور موجود ہے۔ پیارے سکھ بھایو سچ یہ ہے کہ آپ اور ہم بھائی ہیں اور کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ آؤ بھائیوں کی طرح گلے لگ جاؤ۔"

ہمعصر کی یہ تحریر سکھوں کو اپنے ساتھ ملانے کی نسبت عمدہ صلاح ہے۔ مگر ان سببوں کا دفعیہ جب تک نہ ہو جاوے کہ جن کے سبب سے جدائی ہوتی ہے۔ تو کیونکر میل اور موافقت ہو سکتی ہے۔ زبان کی باتوں کو کون مانتا ہے جب سکھوں کے دل مدت سے ان تحریروں کے وسیلے سے جو آریہ سماج کی طرف سے وقتاً فوقتاً نکلتی رہی ہیں دکھائے گئے ہیں۔ تو وہ مندرجہ بالا باتوں کے لکھنے سے کس طرح سے ایکدم اپنی دلی کدورتوں کو جو ان تحریروں کے سبب سے ان کے دلوں پر جم گئی ہیں۔ نکال سکتے ہیں۔ ہماری دانست میں یہ کام اس وقت تک مشکل ہے جب تک کہ وہ تمام دل دکھانے والی تحریریں واپس نہ لی جاویں جو آریہ لٹریچر میں اب تک نکل چکی ہیں۔ سکھوں کی غلط فہمی بتائی جاتی ہے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ قصور ایسی تحریرات سے مراد ہے۔ جو اُن کے برخلاف نکلتی رہی ہیں۔ حقیقت حال تو یہی معلوم ہوتا ہے آگے دونوں صاحبان کی اپنی اپنی سمجھ ہے۔

تاریخ ۱۰۔ اتوار کی شام کی عبادت تاجپوشی کی عبادت کے متعلق لوریانہ کلیسیا کے پاسبان صاحب نے حسب موقعہ وعظ سنایا جو سامعین کے لئے بہت مفید تھا۔ اور ۱۲ تاریخ کو خاص دربار کے متعلق ۸ بجے صبح جلسہ عبادتی گرجہ گھر میں منعقد کیا گیا۔ جس میں

بڑی سنجیدگی سے دعائیں مانگی گئیں اور حضور اکی برکت شہنشاہ اور اس کے خاندان کے لئے خاص طور سے مانگی گئی۔

افسوس ہے کہ اٹلی اور ٹرکی کے جنگ نے ہمارے ملک کے مسلمانوں پر جو اثر کیا ہے وہ بُرے نتیجے پیدا کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ جنگ دونوں طرف سے ایک ملکی قبضہ کی بات ہے پر اس کو مذہب کے متعلق لگایا جاتا ہے۔ پر مذہب تو بالکل ایک علیحدہ بات ہے اور ملک گیری دوسری بات ہے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ غلطی کیسی قدر دونوں طرف سے ہو رہی ہے نہ صرف ٹرکی کے اور دیگر ملکوں کے مسلمانوں میں بلکہ اٹلی کے عیسائیوں میں بھی غلطی پڑی نظر آتی ہے حقیقت تو صاف ہے کہ یہ مذہبی جنگ نہیں ہے بلکہ صرف ایک ملک پر قبضہ کرنے کا معاملہ ہے اور دو فریقین میں جھگڑا ہے۔ پر اس میں ملکوں کے مسلمانوں کا جہاد کے نام سے شامل ہونا اور اٹلی کے عیسائیوں کا دینی جھنڈے کھڑے کرنا سراسر غلطی ہے اور اگر یہی جوش قائم رہا تو تمام ملکوں میں جوش بھڑکنے کا اندیشہ ہے۔ لیکن غلطی کو درست کر لینا انسان کا فرض ہے۔ جس مسلمان کو دیکھو اٹلی کو گالیاں دیتا اور بُرا بھلا کہتا ہے اور ٹرکی کے لئے کامیابی کی دعا کرتا ہے اور یہ جوش یہاں تک بڑھا چلا جا رہا ہے کہ اگر ہو سکتا تو کل ہندوستان کے مسلمان اس جنگ میں جا کر شریک ہونے کو تیار نظر آتے ہیں اور چندہ تو برابر دیا ہی جا رہا ہے اور مسلمان اخبارات تو اپنے اخباروں کے صفحوں کو قسم قسم کی نظموں اور مخالفت کی تحریروں سے خوب رونق دے رہے ہیں بلکہ بعض اخبارات نے تو اپنا وطیرہ یہ ہی اختیار کر لیا ہے کہ کھلم کھلا ناجائز جوش پھیلانے والے جملے اور فقرے درج کر رہے ہیں اور اٹلی پر لعنت اور ملامت کے کلمے خوب آزادگی سے لکھ رہے ہیں۔ اور نہ صرف یہ بلکہ ریاست ٹراونکور کے مقام چنگنچری میں مسلمانوں نے عیسائیوں پر اس جنگ کی بابت جوش میں آ کر حملہ کر دیا اور ان کو سخت زدوکوب کیا اور اب اس واقعہ کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ کہاں ٹرکی اور کہاں اٹلی اور کہاں جوش پیدا ہوا ہے۔ اور اگر یہی صورت رہی تو اور بھی بُرے نتیجے پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ اس کا روکنا مصلحت ہے۔

ہمعصر آرمی نیوز ۲ دسمبر ۱۹۱۱ء میں اسلامی دنیا کے عنوان سے ڈیڑھ صفحہ سے زیادہ کا مضمون درج ہے جس میں ملک کے ہندو اور مسلمان قوموں کے نفاق کے متعلق لکھتے ہوئے رقمطراز ہے کہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات جیسے آجکل ہو رہے ہیں بہت سے ریمارک کرنے والے حیران ہیں کہ اصلی محرک اس جدائی کے کون ہیں۔ وہ کون سی طاقتیں ہیں جو ہزار سال کے ہمسایوں کے مابین خندق کو گہرا کر رہی ہیں۔ ہندوؤں کی جانب سے جس قدر کوششیں ہوتی گئیں، جتنا صاف دلی اور صفائی کا برتاؤ ہوا، دوسری طرف سے اتنا ہی کجادائی کا برتاؤ ہوا۔ اس لئے بہت سے ہندو اب مایوس ہو گئے ہیں کہ یہ بیل اب منڈھے نہیں چڑھے گی۔ اس لئے ہندوؤں کو بطور ایک علیحدہ قوم کے اپنی اندرونی ریفارم کرنی چاہئے۔ مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن ہی نہیں سمجھتے۔"

اس کے بعد ہمعصر نے یہ دکھلایا ہے کہ مسلمان لوگوں کے دل اپنی اسلامی سلطنتوں ہی کی طرف لگے رہتے ہیں۔ اور صرف اپنا عارضی تعلق ہندوستان سے سمجھتے ہیں۔ ان کے دل زیادہ تر مصر، ٹرکی، عرب، ایران اور افغانستان وغیرہ ملکوں پر لگے رہتے ہیں اور ان کا ہی دم خم بھرتے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ اہل اسلام کے دلوں میں اسلام کی ہمدردی درجہ اول تک کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جو کسی طرح سے کم نہیں ہو سکتی۔ اور وہ یہ بھی دل سے چاہتے ہیں کہ تمام دنیا پر اسلام کا ہی ڈنکا بج جاوے اور اسلام کے علاوہ وہ دیگر تمام اقوام کو غیر یا کافر سمجھتے ہیں۔ تو پھر کس طرح سے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ہندوؤں سے جس طرح سے وہ چاہتے ہیں۔ ملجاویں۔ ہاں البتہ وہ عام میل جول جو اب تک کسی قدر دیکھا جاتا تھا اب اس میں فرق آگیا ہے۔ اس کی خاص وجہ اور کچھ نظر نہیں آتی سوا اسکے کہ وہ مذہبی جوش مذہب کے چرچہ زیادہ ہونے کی وجہ سے جس کی آزادگی اب انکو حاصل ہے زیادہ ہو گیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہی ہو گا جو ہمارے خیال میں اہل اسلام سے ہندوؤں یا کسی دوسری قوم کو زیادہ اُمید رکھنا فضول ہے کیونکہ وہ اپنے عقیدے کے بڑے پابند ہیں۔ اور مذہب کے لئے انتہا غیرتمند ہیں۔ وہ اس صورت میں کس طرح سے ہندوؤں کیساتھ مل سکتے ہیں۔ اگر سچ پوچھو تو مذہبی تفرقات ہی نے ہمارے ملک کی حالت کو جدائیوں اور نفاقوں کا گھر بنا دیا ہے دوسرے ملکوں میں مذاہب کا شمار کم ہے۔ اور دیکھو وہاں اختلاف اور جدائی ہندوستان سے کم ہے۔ پر یہاں اتنے مذاہب کی موجودگی میں کس طرح سے میل و اتفاق ہو جاوے؟

ہمعصر سول اینڈ ملٹری گزٹ مطبوعہ ۲ دسمبر ۱۹۱۱ء میں ہندوستانیوں کی پرانی سالی کے عنوان سے ایک نوٹ درج ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ سرد ملکوں کے باشندوں کی عمریں عموماً زیادہ ہوتی ہیں اور گرم ملکوں کے لوگوں کی عمریں چھوٹی ہوتی ہیں۔ ہمعصر بیان کرتا ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کی عمریں اس وجہ اکثر بڑی ہوتی ہیں کہ یہاں پر بہت لوگ سبزی خور ہوتے ہیں جو گوشت کا استعمال بالکل نہیں کرتے جسکی وجہ سے وہ زیادہ دیر تک جیتے ہیں۔ اور ایک دوسرا سبب یہی بیان ہوا ہے جو یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ اور ملکوں کے لوگوں سے زیادہ سوتے ہیں اور جیسے چاہئیں وہ سو سکتے ہیں۔ اور ایک تیسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ہندوستانیوں کی انتڑیاں معدہ کا کام کرنے کے لائق دیر تک رہتی ہیں جس سے انکو عمر کی درازی ملتی ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ اگر صحت کے تمام قاعدوں پر ہندوستان کے لوگ زیادہ کاربند ہو جاویں تو امید ہے کہ اب سے زیادہ مدت تک وہ جی سکتے ہیں۔ پر جیسا چاہئے وہ صحت کے قاعدوں کا لحاظ نہیں کرتے۔ اور بے پرواہی سے اپنی صحت کے مضر باتوں کو واقعہ ہونے دیتے ہیں جس سے طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں اور اکثر وبائی بیماریاں ملک میں پھیلتی رہتی ہیں۔

دینی سوال وجواب

اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کو جواب

قولہ۔ ناظرین یہ قول اُس شخص کا ہو سکتا ہے جس کو انسانوں کے بجائے انسانکے خالق کی امداد پر بھروسہ ہو۔

اقول۔ اگر شروع ہی سے فرقہ اسلام کو شکست پر شکست ہوتی اور وہ اُٹھتے ہی دبایا جاتا اور بڑھنے اور ترقی کرنے سے روکا جاتا اور کسی عجیب انہ طریق سے آہی ہاتھ اس کو ازخود سرفرازی بخشتا تو اُس کا ثبوت ہو جاتا۔ مگر واقعات صاف بتلا رہے ہیں کہ رفتہ رفتہ جیساکہ دیگر سلطنتوں میں عروج وزوال ہوتا چلا آتا ہے۔ ویسا ہی حال اسلام کا اب تک ہوا ہے تو ہم نہیں دیکھتے کہ اُس کو پیشین گوئی سمجھنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

قولہ۔ غرض نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی یا اپنے صحابہ کی طاقت پر کچھ بھروسہ نہ تھا۔ بلکہ آپ کو مولا کی طرف سے کامل امید تھی۔ کہ وہ آپ کو کبھی ضایع نہیں کرے گا ع

کبھی ضایع نہیں کرتا وہ اپنے پاک بندوں کو

اقول۔ یہ بھی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ بت پرست بھی بڑے ہیں۔ اور اب تک ان کا شمار سب سے زیادہ ہے۔ وہ بھی ضایع نہیں ہوتے۔ مخلوق خدا بے شمار ہے۔ اس سے کوئی ثبوت صادق اور کاذب ہونے کا نہیں ہے۔ اگر قوموں کے عروج وزوال کو خدا کی طرف سے ہم مان بھی لیں تو بھی صادق اور کاذب ہونے کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ وہ بالکل دوسری بات ہے جس کا اُس کیساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

قولہ۔ نصرت بالرعب۔ ترجمہ۔ خداتعالیٰ نے میرے دشمنوں پر رعب ڈالکر میری مدد کی ہے۔

اقول۔ جب جب اسلام کو شکست ہوتی رہی اور بہت سے کشت وخون ہو گئے تو اُس وقت کیا کہنا چاہئے تھا۔ کیونکہ اکثر لڑائیوں میں بڑی بڑی مشکلات اور تکلیفات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کیا وہ بھی نصرت تھی۔

باقی دارد

اطلاع ضروری

بذریعہ اس اطلاع کے ہم حسب معمول بہت سی وقت کے بچنے اور اپنے خریداران کو زیادہ تقاضہ کرنیکی فضول کوشش سے بری رکھنے کی نیت سے مشتہر کرتے ہیں کہ شروع ماہ جنوری ۱۹۱۲ء کا نور افشاں اُن صاحبان کے نام جنکا چندہ بقایا بابت ۱۹۱۱ء اور نیز زر پیشگی ۱۹۱۲ء واجب الادا ہوگا وی پی بھیجیں گے۔ ہمارے خیال میں وی پی بھیجنے اور وصول کرنے کا قاعدہ جیساکہ بعض سمجھتے ہیں بے عزتی کا باعث نہیں بلکہ ایک بزنیس کا قاعدہ ہے جس سے خریداران کو منی آرڈر کروانے کی تکلیف سے آزادگی ہوتی ہے۔ چونکہ اخبار نور افشاں کی قیمت ہر حالت میں پیشگی لی جاتی ہے اسلئے جن صاحبوں کی طرف سے بقایا اور ۱۹۱۲ء کا چندہ وصول نہیں ہوا ہوگا ناچار اُن کا اخبار بند کر دیا جائیگا

منیجر نور افشاں لودیانہ

ضرورت

م ۲

لڑکیوں کے ایک یتیم اسکول کے لئے ایک میٹرن کی ضرورت ہے جو علاوہ میٹرن کے کام کے اپر پرائمری تک تعلیم بھی دے سکے اور ساتھ ہی کھانا بھی پکا سکے۔ ذیل کے پتہ پر درخواستیں کرنی چاہئیں۔

المشتہر

مس سٹرکلینڈ۔ ترنتارن۔ ضلع امرتسر

اقتباس

بیوی کے چننے میں احتیاط

اگر ہوشیاری اور دانائی کی ضرورت ہے تو اس کام میں ہے۔ اس میں غلطی ہونا بڑا آسان ہے۔ ظاہری اور باہری باتوں سے غلطی کھانا اکثر بُرے نتیجے پیدا کرتا ہے۔ بدمزاجی اور خراب عادتوں کا دیکھنا اور معلوم کرنا ذرا مشکل امر ہے اسلئے دیسی سی آواز سنائی دیتی ہے کہ خبردار ہو۔ یہ بتلاتی ہے کہ دیکھو اور ٹھہرو ذرا سوچو۔ کہ کیا کیا خوبی ہے یا نہیں ہے۔ نیک صفات اور عمدہ اطوار کا دیکھنا ضروری ہے جنکا اظہار مشکل سے پہلے معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ تمام شادی کا معاملہ طے پا جاتا ہے۔ اور سب کچھ ہو چکنے کے بعد فریقین کو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے مزاج میں آسمان و زمین کی ناموافقت ہو۔ لیکن اب کیا بنتا ہے سوا اس کے کہ زندگی وبال ہو جاتی ہو۔ اس لئے ہوشیاری اور پیش بینی کی ضرورت ہے۔ اور نہایت لازم ہے کہ نہایت ہوشیاری سے اس کام کو انجام دیا جاوے۔ کیونکہ یہ محنت اور کوشش اس تکلیف اور زندگی بھر کی دقت سے بہتر ہے جو حمیدہ صفات والی عورت کے نہ ہونے سے مرد کو سہنی پڑتی ہے۔

ڈاکٹر وائیٹ

۵۔ دسمبر اہل اٹلی خبر دیتے ہیں کہ کل ابن ذرایہ ۸ توپیں اور بارود اور تمام سامان حرب ٹرکی والوں سے چھین گئیں اور ٹرکی فوجیں جنوب مغرب کی طرف پسپا ہو گئی ہیں۔ اس لڑائی میں اٹلی کے قریب ایک سو جوان قتل ہوئے۔ مگر ترکوں کا نقصان کئی سو کا بتلایا جاتا ہے۔

مراسلات

مسئلہ الکفارہ

مسیح کی تعلیم سے ہم کو ظاہر ہوا ہو کہ کفارہ ایک امر ضروری ہو۔ کیونکہ گنہگار انسان کے لئے ایک عوضی کی بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے اب ہم بتلاتے ہیں کہ عوضی کیسا ہو اور اس میں کیسی کیسی صفتیں ہونی چاہئیں جس سے گنہگار کی تسلی ہووے۔

(۱) اہل اسلام کا قربانی دنیا۔ اہل اسلام نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ بیلوں اور بکریوں کا لہو گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ مگر یہ ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ صرف نشان تھا اُس حقیقی قربانی کا۔ جبتک وہ اصل قربانی نہ دیجاوے تو بیل۔ بھیڑ۔ بکری انسان کی عوضی قربانی اور بدلا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ شریعت میں صاف لکھا ہے کہ جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ دانت کے بدلے دانت ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ انسان کے بدلے انسان ہی ہونا چاہئے تھا۔

(۲) بےگناہی۔ یہ ایک لازمی بات ہے کہ کفارہ دینیوالا بے عیب اور بے داغ اور گناہ سے پاک ہو۔ کیونکہ کوئی گنہگار انسان گنہگار کا عوضی ہو نہیں سکتا۔ اور نہ ہی دعوے کرسکتا ہے۔ بلکہ ہر ایک انسان اسبات کا محتاج ہے کہ کوئی ایسا عوضی اور کفارہ ہو جو ہمارا ہمجنس اور گناہ سے پاک ہو۔ وہ خداوند یسوع مسیح ہے۔

(۳) خود انکاری۔ یہ بھی ضرور تھا کیونکہ کوئی انسان اپنے آپ کو نہیں دیسکتا۔ اس لئے کہ وہ دوسرے کا مال ہے۔ یعنے خدا کا اور نہ اُس کو اپنی جان پر اختیار ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہمارے پاس ہو سب خدا کا ہے جیسا کہ خداوند نے اپنے بندے ایوب کو کہا کس نے پہلے مجھے کچھ دیا کہ میں اسے پھیر دوں۔ جو کچھ آسمان کے نیچے ہے سب کچھ خدا کا ہو دیکھو خداوند یسوع نے کیسی خود انکاری کی اپنی جان ہمارے بدلے میں دیدی اور ہمارے گناہوں کا بوجھ اپنے پر اُٹھا لیا۔

(۴) الوہیت۔ ہاں یہی سب سے بڑی بات خداوند یسوع مسیح میں ہوئی کہ وہ خدا تھا۔ کیونکہ اگر ہمارا عوضی انسان ہی ہوتا تو آدم کی طرح سے گر جاتا اور اگر گنہگار ہوتا تو پھر کون ہمارا عوضی اور ضامن ہوتا ہم کو تو ایسے ضامن کی ضرورت ہو جو شیطان پر غالب آوے۔ سو خداوند یسوع مسیح نے شیطان کو مغلوب کیا اور اس کے کاموں کو نیست کر ڈالا۔ اور ہم کو بھی فتح بخشتا ہو۔

(۵) مر کے جی اُٹھے۔ کیونکہ اُس کی موت ہمارے لئے معافی اور اُس کا جی اُٹھنا ہمارے لئے زندگی کا باعث ہوا یہ ضرور تھا کہ جو خدا باپ اور ہم میں میل کرائے وہ ہمیشہ تک زندہ رہے۔ ہاں ہم کو بھی ایسے ہی درمیانی اور میل کرانے والے کی ضرورت ہو۔

اب توریت و انجیل سے ثابت ہوگیا کہ ان صفات کا ہونا ہمارے منجی اور نجات کے پیشوا میں ضرور تھا۔ چنانچہ ایسا سردار کاہن ہمارے لئے درکار ہے جو پاک اور بے عیب اور بے داغ ہو۔ اور ان سردار کاہنوں کی مانند محتاج نہ ہو کہ ہر روز پہلے اُمت کے گناہوں کے واسطے قربانیاں چڑھایا کرے۔ عبرانی ۷۔ ۲۶-۲۸

پس عزیزو ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے انجیل شریف کی رو سے یہ صفات یسوع مسیح میں پائی جاتی ہے۔ اس کی ضرورت ہم کو تھی۔ اسی واسطے خداوند نے اپنے پیارے بیٹے یسوع مسیح کو اس ضرورت کے پورا کرنے کے واسطے دنیا میں بھیجا۔ اب ہم توریت کی شہادت کو جو ہمارے لئے رہنما ہے غور کریں کیونکہ خدا کا کلام میرے پاؤں کے لئے چراغ اور میرے راہ کی روشنی ہے۔ محمد مظہر خاں از لودیانہ۔

ہندوستانی مسیحیوں اور مشنری صاحبان سے اپیل

یہ امر تو ناظرین سے مخفی نہیں کہ نور افشاں مسیحی دین اور مسیحی پبلک کی خدمات کے لئے وقف ہے اور وہ عنقریب ۵۰ سال سے ہندو مسلمانوں و دیگر مذاہب کے حملوں کا لگاتار مقابلہ کرنے اور مسیحی مذہب کی اشاعت میں وہ بے تکان کوشش کرتا رہا ہے اور اب کر رہا ہے اور آئندہ کو بھی بصدق دل وعدہ کرتا ہے کہ وہ اپنی خدمات کو کبھی فرو گذاشت نہ کرے گا۔ صرف اپنے محسنان کے احسانات کا خواہشمند ہو جس قدر مہربانیاں اُس کی مسیحی پبلک نے تا ہنوز کی ہیں وہ ان کا تہ دل سے مشکور ہے۔ مگر ساتھ ہی اُسکے افسوس کے ساتھ اس قدر عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ جو قدر نور افشاں کی کرنی چاہئے تھی وہ آپ لوگوں نے نہیں کری۔ اپنی توجہ کو پورے طور پر مبذول نہیں فرمایا۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جو اخبار ہندوؤں اور مسلمانوں اور آریا مذہب کے حال میں چھپتے ہیں اُن کی اشاعت ہزار ہا تک بڑھی ہوئی ہے۔ صرف ان کی اشاعت اس وجہ سے زیادہ ہے کہ خریدار قومی و مذہبی وجہ سے ان کو زیادہ خریدتے ہیں اور اخبارات کو مالی امداد دے کر ان کی ترقی کر رہے ہیں اور پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے مسیحی بھائی کانوں میں تیل ڈالکر بے فکر سو رہے ہیں۔ ہم بڑے ادب اور منت سے ناظرین اور جملہ خریداران و مشنری صاحبان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ نور افشاں آپ کا اخبار ہے۔ آپ لوگ اس کی توسیع اشاعت میں ہمہ تن کوشاں ہوں۔ اگر آپ یہ کام اپنے ہاتھ میں نہ لینگے تو اور کون لیگا۔ موجودہ اشاعت نور افشاں سے



صرف پوسٹ آفس وچھپائی وغیرہ کا خرچ بمشکل پورا ہوتا ہے باقی ملازمان کی تنخواہیں ودیگر خرچ اخراجات کی کمی رہتی ہے۔ چاہئے تھا کہ آپ لوگ اس معاملہ میں غیر مسیحیوں کے لئے نمونہ بنتے مگر اب تو صورت ہی برعکس ہے۔ ہم کو مجبوراً آپ لوگوں کے سامنے اس کا نمونہ پیش کرنا پڑا باوجود ہم نے ۳ ماہ کے پرچے اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر مفت بھیجنے کا اظہار شایع کیا کہ جو خریدار ۱۹۱۲ء نورافشاں کا ہوگا اسکو ۳ ماہ کے پرچے مفت ارسال کئے جاوینگے۔

تاہم بھی ۱۰-۱۲ جگہ سے خطا گر پہنچیں۔

لہذا ہماری عرض خریداراں ومسیحی بھائیوں سے دست بستہ ہے کہ ہر ایک شخص نورافشاں کا سچا حامی و مددگار ہو کر کم سے کم ایک ایک خریدار مستقل سال ۱۹۱۲ء کے واسطے پیدا کر کے احسان ممنون فرماویں تاکہ اشاعت تک آمدنی اور خرچ برابر تو ہو جاوے۔ ہمیں اُمید واثق ہے کہ ناظرین ہمارے اس تھوڑے لکھے کو بہت سمجھ کر ضرور اپنی توجہ کو اس طرف مبذول فرماوینگے۔

راقم محمد مظہر خاں لودیانوی

بچوں کو بچپن میں بچانا

گذشتہ سے پیوستہ

تربیت کا مطلب جانی ہوئی حقیقتوں میں بچوں کو سدھانا ہے۔ جس طرح سے ٹمٹموں کے گھوڑے سدھائے جاتے ہیں۔ نئے بیل سدھائے جاتے ہیں۔ مداری بندروں کو سدھا لیتے ہیں۔ ویسے ہی بچوں کو تربیت کی چھڑی سے سدھانا ضرور ہے۔ وہ بچے جو صرف تعلیم پاتے مگر سدھائے نہیں جاتے صرف طوطے بنائے جاتے ہیں۔ مگر کلام کہتا ہے کہ تربیت کی چھڑی سے ان کو سدھاؤ۔ تاکہ اُن کے دل سے جہالت و بے امتیازی کی تاریکی دور ہو وے۔

میرے خیال میں جو کچھ بچوں کو بچپن میں سکھایا جاتا ہے۔ اس میں تربیت کی ہمیشہ کسر وانگیز رہتی ہے۔ لوگ بچوں کو سدھاتے ہیں اور ان کی تربیت ایک حد تک کرتے ہیں۔ پر سب والدین نہیں کرتے۔ بچوں کی تربیت کے لئے والدین بھی تربیت یافتہ درکار ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ بچوں کی نجات ہو تو بچوں کے والدین کی نجات کا فکر کریں۔ اور اُن کی تعلیم و تربیت پر زیادہ زور ڈالیں۔ اگر والدین نجات یافتہ ہو گئے تو یہ اپنے بچوں کی نجات کا عمدہ ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

استاد بھی بچوں کی نجات کا وسیلہ ہیں

ایک بالکل بے علم شخص ایم۔ اے پاس آدمی کا استاد ہو سکتا ہے مگر بچوں کا اُستاد ہونے کے لئے ایم اے کی ڈگری سے بڑھکر ڈگری کا آدمی چاہئے۔ اور اس لیاقت کا استاد صرف بچپن کی والدہ ہے۔

بچوں کی نجات کا وسیلہ سنڈے سکول یونین کا تمام انتظام بھی ہے۔ جس کے ذریعہ سے بچوں کا بچپن ایک حد تک نجات یافتگی میں ترقی کر سکتا ہے۔ غرضیکہ یہ تمام وسایل بچوں کی نجات کے خدا نے اپنے بیٹے کے وسیلے کلیسیا میں موجود کر دیئے۔

آخری وسیلۂ نجات کلام میں یہ تبلایا گیا ہے کہ مسیحی نجات کے تمام دقائق بچوں کے لئے قریب الفہم بنائے گئے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔

اُس وقت یسوع نے کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں۔ متی ۱۱/۲۵ و لوقا ۱۰/۲۱

اس جگہ بچوں کی نجات کی مشکل بالکل حل کر دی گئی ہے کہ گو بچے جاہل اور بے امتیاز ہوتے ہیں۔ مگر باپ نے اپنے بیٹے کی انجیل میں نجات کے اعلے وسایل بچوں کے سمجھنے کے لئے آسان کر دیئے ہیں۔ اور اس سہولیت پر خداوند باپ کی حمد کر چکا ہے۔ پس گو بچوں کا بچپن کیسے ہی خطرات سے معمور ہو مگر باپ نے اُن کے لئے نجات کے وسایل سمجھنے کے لئے آسان کر دیئے ہیں۔

اُن کی نجات نہ صرف ممکن ہے۔ بلکہ یقینی ہو سکتی ہے۔

۳۔ نجات کے وسائل کے استعمال پر غور کرو۔

مجھے یقین ہے کہ ہمارے پاس بچوں کی نجات کے کافی بلکہ ہر معانی میں کامل وسایل ہیں۔ ممکن ہو کہ جو وسایل بیان کئے گئے ہیں ان کے سوا اور وسائل بھی ہوں۔ مگر اس میں کلام نہیں وسائل بیان ہوئے بھی۔ وہ کافی وشافی وسایل ہیں۔ مگر یہ وسایل اگر خاص طور سے استعمال نہ ہوں۔ تو اُن کا علم و عرفان ہی کسی بچے کو نجات نہیں دیسکتا ہے۔ بڑی بات یہ نہیں کہ ہم وسائل کو جان لیں۔ مگر یہ ہے کہ نجات کے وسایل کا خصوصیت کے ساتھ استعمال کریں کہ مراد بر آئے۔

خُدا کا پاک کلام بچوں کی نجات کا وسیلہ ہے اور اس کلام کو سکھانے کے لئے دوسرا وسیلہ والدہ ہے۔ جسے بچوں کو سکھانے میں قدرتی طور سے خالق نے لیاقت عطا فرمائی ہے اور تربیت کے لئے ہر ایک باپ ہے۔ جسے خدا نے بچوں کا باپ بنایا ہے اور صحبت اور سنگت کیلئے ہر ایک بچے کے اپنے ہی بھائی بہن ہیں۔ اور ہر ایک مسیحی کے گھر میں تعلیمی کورس پاک بائبل موجود ہے۔ جس میں بچے پایاب پار اتر سکتے اور ہاتھی غرقاب ہو سکتے ہیں۔ اب کیا ہم بچوں کی نجات کے وسایل کو مناسب طریق سے استعمال کرتے ہیں؟

میں معافی مانگ کر جواب دیتا ہوں کہ اکثر نہیں۔ میں ماؤں کو کم سے کم اپنے بچوں کا معلم ہونا چاہئے وہی وہ مائیں ہیں جو اپنی معلمی کے کام سے دست بردار ہو کر اُمید رکھتی ہیں کہ ان کے بچوں کو دوسرے معلم سکھلائیں۔ اور جن باپوں کو چاہئے تھا کہ اپنے بچوں کی خود تربیت کریں۔ اکثر وہی باپ اپنا فرض دوسروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔

گویا جو بچے قدرتی معلم اور تربیت کنندہ سے مقرر ہوئے تھے وہ اکثر اپنے فرض منصبی سے بے فکر رہتے اور ان کے فرائض کو پورا کرنے کے لئے سنڈے سکول یونین دوسرے استاد و معلم مہیا کرتی ہے۔ جو کام بلاشک عزت و توقیر کے لائق ہے۔

مگر بات تو یہ ہے کہ سنڈے سکولوں کے کام میں جن قدرتی وسائل سے کام لینا چاہئے وہی وسائل استعمال میں نہیں آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سنڈے سکول کا اعلیٰ مقصد تکمیل تک پہونچنے میں قاصر رہتا ہے۔

میرا اس سے یہ مطلب ہے کہ اگر سنڈے سکول کی کوشش بچوں کی نجات کی مراد تک پہونچنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے تمام انتظام میں مقدم سمجھے کہ ہر ایک سنڈے سکول کی حدود میں جس قدر والدین ہیں کم از کم ان کو اپنے بچوں کو سنڈے سکول کے اسباق پڑھانے کے لئے استاد و معلم مقرر کرے جو ہفتہ کے ہر ایک دن میں اگر زیادہ نہیں تو اپنے اپنے بچوں کو ہی اسباق مذکور یاد کرایا کریں۔ اور ان کی کلام الٰہی میں تربیت کیا کریں اور ایسے والدین کی ہدایت کے لئے کم از کم بدھ یا جمعرات کی میٹنگ میں مقامی کلیسیاؤں کے پاسبان سنڈے سکول کے آئندہ آنیوالے سبق ہی کو پڑھکر ان کے مطالب ان کو سمجھایا کریں۔ اور ہر اتوار کے روز زیادہ وقت اسباق کی نظر ثانی پر خرچ کیا کریں

میرے خیال میں خواہ کیسی ہی وقت محسوس ہو پر مجھے ایک بات کا پورا یقین ہے۔ کہ اگر سنڈے سکولوں میں بچوں کی نجات کے قدرتی وسائل سے کام لیا جائے تو بچوں کی نجات یقیناً ہوگی۔ اور ہر ایک سنڈے سکول کامیابی سے چلیگا۔ اور والدین کی سنڈے سکولوں سے دلچسپی بڑھیگی۔

کوئی خیال نہ کرے کہ میں سنڈے سکولوں کے سائنٹیفک طریق اور وسائل کی قدر نہیں کرتا ہوں۔ بلاشک میرے دل میں ان وسائل کی توقیر ہے پر مجھے قدرتی وسائل کے استعمال پر بڑی کامیابی کی امید دکھائی دیتی ہے ہم بچوں کے والدین کو سنڈے سکولوں سے الگ کرکے ان کی نجات کی حقیقت میں کامل طور سے کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ بچوں کی نجات کے وسائل میں زمین پر سب سے بڑا وسیلہ والدہ کے وسیلے سے بائبل کا تعلم ہے۔ جس طرح سے والدین اپنے بچوں کو بائبل سکھا سکتے اور ان کی بائبل میں تربیت کر سکتے ہیں۔ اور کوئی نہیں سکھا سکتا ہے۔ مذہب کی تفتیش شیر مادر کے ساتھ ہی بچوں کی میراث میں آنی چاہئے۔

اب اگر ہم بچوں کی نجات کے وسائل کا مناسب استعمال کر سکیں تو والدین اور بچے نجات سے اور صغر سنی سے کبھی محروم نہیں ہو سکتے ہیں اور یہی سنڈے سکول کی غایت ہونی چاہئے کہ صرف بچوں کی نجات نہیں بلکہ بچوں کی نجات کے لئے والدین کی نجات کی راہ نکالی جائے۔ اور اگر بچوں کی نجات کے ساتھ والدین نجات کے وارث ہو جائیں تو یہ عظیم کامیابی ہے۔

ہم خدا کے کلام میں پڑھتے ہیں کہ حنوک پینسٹھ برس کا ہوا کہ اس سے متوسلح پیدا ہوا اور متوسلح کی پیدائش کے بعد حنوک تین سو برس خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ پیدائش ۵: ۲۱ یہ بچوں کی نجات کا کامل نسخہ ہے۔ والدین جب تک بچوں کی موجودگی میں خدا کے ساتھ ساتھ رفتار اختیار نہ کریں۔ تب تک ان کو اپنے لخت جگروں کی نجات کی امید کا خیال ہر ایک وہم بے بنیاد سمجھ لینا چاہئے۔ وہ دنیا میں بچوں کی نجات کے ذمہ دار ہیں۔ ان کی ذمہ داری کا بوجھ کبھی ہلکا نہ ہوگا جب تک وہ خدا کے ساتھ ساتھ چلنا اختیار نہ کریں۔ اور جب وہ خدا کے ہمراہ چلنا جانینگے۔ تب وہ ضرور اپنے بچوں کے کلام سکھانے میں معلم ہونگے خدا کرے کہ والدین بچوں کی نجات کی فکر سے جاگ اٹھیں اور جگائے جائیں تاکہ بچوں کی نجات شروع ہو۔

آمین

راقم غلام مسیح از شرق پور۔

ایک مسیحی طبیب کا دورہ

چند روز ہوئے ہم اپنے ایک ضروری کام کو جہلم گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر گوجر خاں ریلوے سٹیشن سے اترے۔ غلہ منڈی میں کچھ سودا سلف خریدنے گئے۔ وہاں پر مسیحی دوست گلاب خاں نمبردار موضع تتھال کو بھی دیکھا۔ جو عرصہ سے ہمارے شفیق اور ناصح ہیں۔ اور امریکن مشن سیالکوٹ سے متعلق ہیں۔ مگر اب گھر میں ہی خداوند مسیح کی خدمت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک عیسائی طبیب بازار میں آئے ہیں اور لوگوں کو دوائی دیتے ہیں چل کر ان کو دیکھیں۔ ہم آئے اور ان کو دیکھا کہ کس محبت سے غریبوں کو دوائی تقسیم کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نہر لائلپور کی طرف سے آیا ہوں۔ ڈاکٹر ہنری کلارک امرتسر کا شاگرد ہوں اور اپنا کام طبابت کا چل پھر کر کرتا ہوں۔ بازاروں میں عموماً جاہل لوگ جو لوگوں کو دھوکا دیکر لوٹتے پھرتے ہیں اور دوائی خاک دھول بناکر دیتے ہیں۔ یہ ان کو شکست دینے کے لئے۔ خداوند کا جلال بھی ہمراہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور دوائی بھی دیتے ہیں۔ ایسا کام دوسرے مسیحی بھائیوں کو بھی دیہات میں جاکر کرنا چاہئے کہ علاج معالجہ بھی ہوں اور بائبل کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ پھیلتی جاوے۔ (راقم ایک نامہ نگار)

پیرس میں گونگے بہروں کا ایک کلب قایم ہے۔ اس میں پریسیڈنٹ سے لیکر چپڑاسی تک سب گونگے بہرے ہیں۔ اس لئے اگر کسی نوکر کو بلانے کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک چکر گھما دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس کو بلایا جاتا ہے۔ اس کو ہلکا سا دھکا لگتا ہے۔ اور سمجھ جاتا ہے کہ مجھے بلایا ہے۔

شعر و سخن

قصیدہ و دعائیہ

بہ تقریب جشن تاج پوشی قیصر ہند

از فکر طبع جارج ملٹن تائب لودیانوی۔ حال مقیم بٹالہ

ترا خود ہند میں اے والئ ہند جبکہ آنا ہو
صبا فرط خوشی سے آج سرگرم فسانہ ہو

نہ کیوں پھر بلبلان ہند کے لب پہ ترانہ ہو
سُنا وہ داستاں کہ شاد ہر اک زمانہ ہو

سبھی یعنی کہ آئے ہند میں اب شاہ ہندوستاں
بچھائیں راہ میں ہم اپنی آنکھیں ہو کے سب خوشحال

مبارک تاج ہو سر پر ترے اے شاہ بحر و بر
ترے آنے کی خوشیاں ہندیاں کرتے ہیں سب گھر گھر

خداوند اپنی رحمت سے کرے ادراج بالاتر
وفاداری کا یہ موقع ہے ہم سب کو غنیمت تر

جھکائیں سر کو اپنے شاہ کے اب خیر مقدم کو
دعائیں نیک دیں اقبال سے ہم شاہِ معظم کو

جلیں نار سقر سے جو عدو ہوں شاہ کے ہر دم
اُٹھائیں مل کے ہاتھوں کو دعا کیواسطے اب ہم

محبان وطن و شاہ شاداں اب رہیں ہر دم
خدائے دو جہاں رکھے ہمارے شاہ کو خرم

رہے اقبال پہ برطانیہ عظمےٰ کی یہ عظمت۔
فزوں تر اس سے بھی ہو دولت و جاہ و ثروت و حشمت

مبارک ہندیوں کے واسطے یہ کارونیشن ہے
رعایا کے لئے بیشک خوشی کا یہ بڑا دن ہے۔

گر جشن خسروی جس کے مقابل وہم و ظن ہے
بذات خود یہاں شاہ جارج پنجم پر تو افگن ہے

یہ جلوہ ہی یہ تائب ہند میں اک یادگاری کا
نہ بھولینگے جب برسوں تلک بھی اہل ہند اسکا

تخت دہلی

مرحبا! اے تخت دہلی پھر تری قسمت کھلی
بخشی پھر زینت تجھے اقدام قیصر نے ترے

پھر ہوا رونق فزا تجھ پہ ترا فرمانروا
بخت خفتہ پھر ترا جاگا اے دہلی مرحبا

پھر ترے کوچوں سے اب آئی صدائے [illegible]
پھر تری رونقیں ہیں ستھری نظر آنے لگیں

پھر ترے در و دیواروں پہ اب خیر مقدم کا ہے غل
پھر لگا بجنے ترے قلعوں میں شادی کا دہل

(تائب)

غزل

دربارہ جشن تاج پوشی ملک معظم جارج پنجم

نصیبا ہند کا جاگا معظم شاہ آتے ہیں
وہ آکر شہر دہلی کو نہ کم لنڈن سے پاتے ہیں

اگر فرمان یہ ہوتا سوئے لنڈن چلے آؤ
برائے تہنیت ہم آپکو اس جا بلاتے ہیں

تو جاتے چند معدودے وہاں راجہ مہاراجے
کرو اندازہ الفت کا کہ خود تشریف لاتے ہیں

ہوا اعلان ہو دربار شاہی شہر دہلی میں
یہ سنکر ہند کے باشندگان خوشیاں مناتے ہیں

دسمبر بارہویں تاریخ ہو تاریخ کا گوہر
عجب نیرنگیاں انیس سو گیارہ دکھاتے ہیں

مبارک باد کے ساماں جدھر دیکھو ہیں کثرت سے
کوئی تو ہدیہ نثری کوئی نظمی بناتے ہیں

پھلیں پھولیں رہیں خرم ہمارے جارج پنجم شاہ
رہے نخل کرم سرسبز گل گیت گاتے ہیں۔

خادم ایم۔ سی۔ نیوٹن گل۔ دہرہ دون۔

ہندوستانی بچوں کا گیت

(جو انہیں ہر روز دربار کے دنوں میں گانا چاہیے)

لنڈن سے آرہا ہے شاہ جہاں ہمارا
ہم جاں نثار اُسکی ادنیٰ ہیں اک رعایا
آئی بہار تازہ پھر باغ آرزو میں
دہلی میں کر و فر سے جشن عظیم ہوگا۔
میری و جارج پنجم تشریف ساتھ لائیں
ایسا یہاں ہوا ہے کب جشن تاجپوشی
گھر گھر خوشی کے جلسے ہونگے بڑی خوشی سے
ہے سلطنت کا وہ جلوہ تاج اُس چمک دمک کا
ہم جاں نثار سچے برٹش کی ہیں رعایا
مہدے عطا کئے ہیں تُجھ نے جو تحفے ہیں
اُس کا کرم ہے ہم پر تو ہم کو کچھ نہیں ڈر
اسواسطے کہ منشا یہ شاہ کا دل سے
بس ہے خیر اندیشی کی اک آرزو ہو دل میں

فرمانروا ہمارا اور مہرباں ہمارا
مالک ہے وہ ہمارا اور پاسباں ہمارا
پھولا پھلا ہوا ہے پھر گلستاں ہمارا
رشک جہاں بنیگا ہندوستاں ہمارا
تھا یاوری پہ طالع ایسا کہاں ہمارا
ہم کو بتائے کوئی تاریخ داں ہمارا
پر نور روشنی سے ہوگا مکاں ہمارا
جس سے چمک اُٹھیگا ہندوستاں ہمارا
برٹش کو ہو چکا ہے خوب امتحاں ہمارا
منصف مزاج ہے وہ اور قدرداں ہمارا
ہوگا کچھ گرچہ دشمن دور زماں ہمارا
دل سے خوشی منائے ہندوستاں ہمارا
ہو تاجدار تجھ پر مقصد عیاں ہمارا

اگر سُنا ہے تو نے فریاد کو ہماری
ہم جاں نثار تیرے تو مہرباں ہمارا

بخشش سے اپنی دیجئے تو چارہ بس ہم کو
سن تو لیا ہے تو نے شور فغاں ہمارا

تیرے کرم سے زندہ ہو قوم اے مسیحا
تو خوب جانتا ہے درد نہاں ہمارا

تا زیست قوم تیرے احسانوں کو نہ بھولے
ہو جائے اور اونچا قومی نشاں ہمارا

ہم حکم کے ہیں تابع اور جاں نثار بندے
قبضے میں سب ہے تیرے سود و زیاں ہمارا

تب تک عطا رہیگی یہ یادگار تیری
جب تک رہیگا قائم نام و نشاں ہمارا

کہدیں گے شاہ کے ہیں ہم جاں نثار بندے
پوچھے جو کوئی ہم سے نام و نشاں ہمارا

رنجیدہ [illegible]

شاہی تشریف آوری مبارک ہو

صبا عیش کا لائی مژدہ مبارک
خوشی کا ہو گھر گھر منانا مبارک

ہوا پھر زمانے میں عشرت کا ساماں
چمن کو ہو پھل پھول سبزہ مبارک

ہر اک شاخ میں مسکرائیں کلیاں
وہ کلیوں کا کھل کھل کے ہنسنا مبارک

بہم مل کے سب رنگ رلیاں منائیں
خوشی کے یہ دن آ گئے کیا مبارک

تھے ارمان جتنے ہوئے آج پورے
تمنائے دل کا بر آنا مبارک

وہ ہر سو گلوں پہ ہجوم عنادل
وہ نغمے وہ دلکشا ترانا مبارک

خوشی کا کھلا آج ہر غنچۂ دل
یہ دربار شاہی ہے کیسا مبارک

مٹا ہے زمانہ سے اب نام غم کا
یہ دن ہیں مبارک زمانہ مبارک

شہنشاہ انگلینڈ سے آرہے ہیں
خبر سب کو یہ روح افزا مبارک

وہ ہیں کنگ بھی اور امپیرر بھی
شرف ہند کو اس سے دونا مبارک

رفیق شہنشاہ ہیں کوئین میری
مسرت ہے اس کی دوبالا مبارک

ہمارے شہنشاہ عالی لقب کو
ہو دہلی میں تشریف لانا مبارک

بڑے کر و فر سے ادا ہوں مراسم
کہ ہو تاج پوشی کا جلسہ مبارک

جو مشتاق دیدار آنکھیں ہیں ہماری
انہیں جارج پنجم کا آنا مبارک

زباں پہ ہر ہندو کے ہے یہ ترانہ
ترا ہندو جاتی کو جلوہ مبارک

مبارک قدم رنجہ فرمانا تیرا
ہمارے سر آنکھوں پہ آنا مبارک

ہے سکھ دینے والے یہ درشن تمہارے
دوبارہ یہ صورت دکھانا مبارک

مددگار ہو ہند جاتی کا تو ہی تو
تری آرزوں کا پھلنا مبارک

رہے اپنے سر پہ سدا راج تیرا
ترے حکم پہ ہم کو چلنا مبارک

رہیں شاد و خرم سدا جارج پنجم
ہمیشہ ہے راج کرنا مبارک

دعا ہے اس اخبار کے ناظرین کی
شہنشہ کا تشریف لانا مبارک

(۵)

خطاب بہ انساں

کہہ رہا ہے چرخ تجھ کو میں رلا دوں تو سہی
قول پورا کر کے اپنا میں دکھا دوں تو سہی

محفلیں آراستہ آتی نظر ہیں ہر طرف
باری باری سب کی رونق میں اڑا دوں تو سہی

خاک کا ہو کر تنفر خاکساری سے تجھے
خاک کا پیوند تجھ کو میں بنا دوں تو سہی

چند روزہ زندگی اور دوستی دنیا کے ساتھ
اس کا ثمرہ حشر کے دن میں چکھا دوں تو سہی

حسن و خوبی پر کبھی غرہ کبھی زر مال پر
ساری چیزوں کو گھڑی بھر میں مٹا دوں تو سہی

حسرتیں تیری تمنائیں تری ارماں ترے
سب کے سب کو خاک میں گر میں ملا دوں تو سہی

بارِ عشق بتاں کا ہے چڑھا تجھ پر سوار
سب خماری ایک گردش میں مٹا دوں تو سہی

بلبلوں سے اے زمیں آنکھیں لگاتی ہو مجھے
شہر سب آرائشیں تیری مٹا دوں تو سہی

حسن کے بازار میں تو بھی نکل آیا عزیز
شہر تجھ کو بھی عجب سودا دلا دوں تو سہی

اپنی مرضی کر تو لے پر آخرت میں دیکھنا
حشر کی تیری خدا کو سب سنا دوں تو سہی

آتشِ دوزخ رلائیگی تجھے حد سے زیاد
گر تجھے اشکوں سے آتش پھر جلا دوں تو سہی

ہو رجوع حق کی طرف اب چھوڑ دنیا کا خیال
شربت دیدار حق تجھ کو پلا دوں تو سہی

احقر منشی لعل عزیز از اورنگ آباد دکن۔

غزل

ہمارے چند روزہ صحبت دل کا لگانا ہے
مسافر خانۂ دنیا لگا یاں آنا جانا ہے۔

کسی ساعت میں راحت ہے کسی میں فکر و آفت ہے
تغیر اور تبدل کا بنا یہ کارخانہ ہے۔

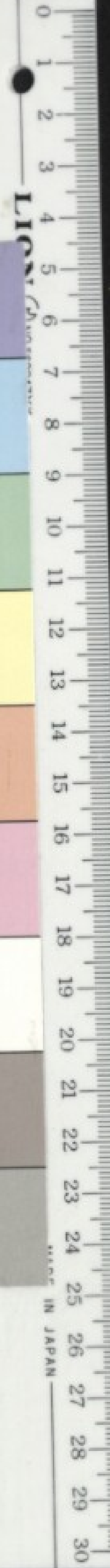
کوئی گردش کے عالم میں کوئی غم کے مظالم میں
کہیں ماتم کی آوازیں کہیں گانا بجانا ہے

کوئی تاروں کے ہم پلہ کوئی ہوس خستہ [illegible]
سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ قدرت کا فسانہ ہے

نہ گلشن میں رہا گلچیں نہ گل پیوست ہو بلبل
نہ کھاد ہو کہ کاری بلبل قفس میں کیا پھنسانا ہے

احقر ایم - سی - این گل





انتخاب الاخبار

لالچ بُری بلا ہے

ذکر ہے کہ ایک سپاہی اپنے گاؤں کو واپس جا رہا تھا کہ وہ تھک کر ایک درخت کے تلے لیٹ گیا۔ اس پر بیٹھے درخت پر ایک چڑیا بیٹھی تھی۔ چونکہ سپاہی بھوکا تھا اور اس مکان پر کھانے کی چیز ملنی دشوار تھی اس لئے اُس نے چڑیا کا شکار کرنا چاہا۔ اور قریب تھا کہ اس کو بندوق کا نشانہ بنائے۔ یکایک وہ چڑیا بول اُٹھی کہ نشانہ نہ لگاؤ میں تم کو بڑا امیر آدمی بنا دوں گی۔ جب سپاہی اسبات پر راضی ہوگیا تو وہ چڑیا ایک دریا میں جو اُس جگہ کے قریب تھا غوطہ لگا کر ایک بیش قیمت لعل اُس میں سے نکال لائی اور اُس سپاہی کے پاؤں کے پاس رکھ دیا۔ سپاہی اُس کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور اپنے دل میں عیش و عشرت کے منصوبے باندھنے لگا۔ لیکن پھر اُس نے خیال کیا کہ ایک لعل کافی نہیں ہے دوسرا بھی ملنا چاہئے پس اُس نے بندوق اُٹھا کر پھر چڑیا کا نشانہ بنانا چاہا۔ اور کہا کہ اگر دوسرا لعل نہ ملیگا تو میں فوراً بندوق چلا دونگا۔ پس وہ چڑیا پھر اُس دریا میں غوطہ زن ہوئی۔ مگر خالی باہر نکل آئی۔ اور کہا کہ یہ لعل مجھ کو دیدو تاکہ اس نمونے کے مطابق دوسرا لاؤں۔ اُس سپاہی نے وہ لعل دیدیا۔ چڑیا لیکر دریا کی طرف اُڑ گئی۔ اور تھوڑی دیر میں نظروں سے غائب ہوگئی۔ گو یہ سچ بات نہ ہو۔ مگر اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان لالچ میں آکر حاصل کی ہوئی چیز کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔ جس کے حاصل کرنے کے واسطے پھر اگر وہ ساری عمر ٹکریں مارتا پھرے تو حاصل نہ کر سکے

(رشاقتی)

حبش میں شادی کا طریق

حبش میں عورتیں ہند کی طرح پردے میں نہیں رکھی جاتیں بیدزار و گھومتی پھرتی ہیں یہاں کی شادی کا بھی دستور ہند سے بالکل علیحدہ ہے۔ جب ایک جوان اپنی شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ خود اپنا بندوبست بیوی کے ڈھونڈھنے میں کرتا ہے۔ جب اُس کو اُس کی مرضی اور پسند کی جوان لڑکی ملتی ہے۔ تب وہ اپنی ماں سے اُس کا ذکر کرتا اور کہتا ہے کہ میں فلاں لڑکی کو پسند کرتا ہوں، اُس سے میری نسبت کرنے کا انتظام کیجئے۔ تب اُس جوان کی ماں اُس لڑکی کی ماں کے پاس جاکر گفتگو کرتی ہے لڑکی ابھی تک اس خبر سے ناواقف ہوتی ہے۔ پھر دونوں طرف کے خاندان کے لوگوں سے مشورہ کیا جاتا ہے سب لوگوں کی رضامندی سے بات قرار پائی جاتی ہے۔ جب لڑکی کو خبر ہوتی ہے کہ اُس کی شادی فلاں جوان سے ہوگی تو وہ کچھ حیل و حجت پیش کرتی ہے پر سب فضول ہوتا ہے۔ یہ اُس لڑکی کی حیل و حجت ایک رسمی طور پر ہوتی ہے۔ حقیقت میں رضامندی ہی رہتی ہے۔ ان کا اور دستور بھی ہے یعنے جوان مرد جو شادی کرنا چاہتا ہے وہ اس جوان عورت کے لئے کچھ نقدی اُس کے والدین کو دیتا ہے اور اگر اُس شخص کے پاس نقدی یا دینے کو کوئی اور چیز نہ ہو تو بات یوں قرار پاتی ہے کہ شادی کے بعد اُن کے جو بچے ہوں۔ اُن بچوں پر والدین کا کچھ حق نہیں رہتا۔ بچوں کے نانا اور نانی کا حق ہوتا ہے۔ جب شادی کا دن آن پہونچتا ہے تو دولہا دولہن کے لئے چند چیزیں طیار کرتا ہے جیسے کہ بیس جوڑے موزے۔ جھینے پوت اور دوسری سجاوٹ کی چیزیں۔ نقدی ایک یا دو بچھیریں۔ ضیافت کے لئے ان کل چیزوں کو دولہا کی ماں اور چند اور عورتوں کو لیکر دولہن کے گھر پر جاتی ہیں اور براتی بھی جاتی ہیں دولہن چپ چاپ کئی دن تک بغیر کھائے بیٹھی رہتی ہے شادی کے بعد دولہا دولہن کو اپنے گھر لے جانے کے لئے ترغیب دیتا ہے۔ پر وہ راضی نہیں ہوتی۔ یوں وہ مہینوں بلکہ برس بھر بیوی کوشش کرتا ہے پر سب بے فائدہ ہوتا ہے۔ آخر وہ کسی کو اپنے خاندان سے بھیجتا ہے۔ وہ شخص زبردستی اس کو ماں باپ کے گھر سے سسرال میں لے آتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دولہن بالکل سسرال نہیں جاتی۔ دولہا کو بیوی کے گھر رہنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے بالکل مشکل ہوجاتی ہے دولہا اپنی ساس کے آگے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہاں تک کہ آنکھ بھی اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا بڑی تعظیم کے ساتھ اُس کو پیش آنا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اُس کی بیوی کی ماں ہے۔ (رفیق نسواں)

ترکی انجمن ہلال احمر باقاعدہ انجمن تسلیم نہیں کی گئی

یورپ اور امریکہ کے عیسائی سلطنتوں نے ان لوگوں کے علاج اور تیمارداروں کے لئے جو میدان جنگ میں زخمی یا بیمار ہوتے ہیں۔ انجمنیں قائم کی ہیں۔ جو میدان جنگ کے درمیان زخمی ہوکر ہسپتالوں میں جاکر زخمیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ ان انجمنوں کا نام انجمن صلیب سرخ رکھا گیا ہے اور ان کو یورپ و امریکہ کی قوموں کی عدالتوں نے باضابطہ انجمن تسلیم کیا ہے۔ جن عمارتوں یا خیموں پر ان انجمنوں کا جھنڈا کھڑا کیا جاتا ہے ان پر قوانین جنگ کے مطابق فریقین جنگ سے کوئی بھی گولہ باری نہیں کر سکتا۔ اور جس گاڑی یا اسباب پر اس انجمن کا نشان ہوتا ہے۔ اسے بھی گرفتار نہیں کیا جاتا (ہندوستان)

ٹرکی کی خیالی فتح کی خوشی میں دوکانیں بند

چند روز ہوئے ہندوستان کے اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ اطالوی جہاز طرابلس سے چلے گئے ہیں مسلمان

اخباروں نے اس خبر کے معنے یہ لگائے کہ اطالوی جہاز تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ گئے ہیں جس وقت یہ خبر رنگون میں شایع ہوئی تو وہاں کے مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ ترکوں کو طرابلس میں کامل فتح ہو گئی ہے اور اطالوی شکست کھا کر طرابلس سے بھاگ گئے ہیں۔ اس پر رنگون کے مسلمان خوشی کے مارے بغلیں بجانے لگے اور جامہ سے باہر ہو گئے۔ یہاں تک کہ دوکانیں بھی بند کر دیں اور تمام دوکانوں پر ترکی جھنڈا کھڑا کر دیا گیا۔ لیکن جب اطالوی جہازوں کی طرابلس سے روانگی کی اصل حقیقت دوسرے دن کی خبروں نے ظاہر کی تو ان کی تمام خوشی پر اوس پڑ گئی۔ (ا۔ا)

ٹرکی میں تازہ انقلاب کی علامات

اخبار پاینیر کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ ٹرکی میں ایک تازہ انقلاب کے آثار نمایاں ہو چلے ہیں۔ اور وہ یوں کہ موجودہ ٹرکی گورنمنٹ سے جو اس انقلاب کا نتیجہ ہے جس نے سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کر کے آئینی حکومت قایم کی تھی۔ نہ تو یورپین قوموں کا اطمینان ہوا ہے۔ اور نہ خود ترکوں کا۔ چنانچہ ٹرکی میں عام لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ محض نوجوان ترکوں کی بے انتظامی اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ کہ اٹلی نے طرابلس پر قبضہ کر لیا۔

قسطنطنیہ میں عام طور پر یہ بھی چرچا ہے کہ موجودہ وزارت کی بجائے ایک اور وزارت قایم ہونیوالی ہے جس کے سرپرآوردہ ممبر اسماعیل کمال بے اور شہزادہ شہاب الدین ہونگے۔ ان کا مصمم ارادہ ہے کہ برسر حکومت ہوتے ہی وہ سلطان محمد پنجم کو تخت سے اُتار کر ان کے بڑے بیٹے شاہزادہ یوسف عزت دین کو تخت پر بٹھائیں اور صوبوں کو از سر نو تقسیم کر کے عام لوگوں کو بلا لحاظ قومیت و مذہب سلطنت کے نظم و نسق میں حصہ دیں۔ مذہبی عدالتیں قایم رہیں۔ مگر اُن کے سپرد صرف شادی، وراثت۔ طلاق اور مذہبی رسوم کا کام ہوگا اور کامل اصلاح کر کے ٹرکی حکومت کی بنیادیں زیادہ مضبوط بنائی جاویں۔ دیکھئے تازہ انقلاب بلا کشت وخون انجام پذیر ہوتا ہے یا کوئی گل کھلاتا ہے۔ (ر۔ا)

ہندو مسلمانوں میں فساد

کوچ بہار (بنگال) میں ہندو مسلمانوں میں سخت فساد ہوا ہے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک شخص سبحان بخش نے کلکتہ کے بابو نرائن چند داس کے ہاتھ ایک ٹکڑہ زمین کا فروخت کیا اس میں سبحان بخش نے اپنے نماز پڑھنے کے لئے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی۔ بیعنامہ کی شرط ایک یہ تھی کہ سبحان بخش اس مسجد کو وہاں سے ہٹا دیگا۔ جب بابو صاحب نے اس زمین پر مکان بنوانے کے لئے احاطہ کھچوانا شروع کیا تو دیکھ ریکھ کے مسلمانوں نے اس خیال سے کہ بابو صاحب مسجد کو ڈھا دینگے۔ احاطہ گرا دیا اور بابو صاحب کو سخت زدوکوب کیا۔ اس پر دونوں طرف سے سخت جنگ ہوئی۔ بابو صاحب نے عدالت میں نالش کر دی جہاں سے ملزموں کے نام وارنٹ جاری ہو چکے ہیں (ا۔ا)

کراچی سے ایران تک ریل

مسٹر جونس جو اودہ روہیلکھنڈ ریلوے میں چیف انجینیر ہیں۔ اور اس مہم کے ساتھ سیستان گئے تھے۔ جو مدت گزری انگریزی گورنمنٹ نے وہاں بھیجی تھی۔ اس کام پر مامور کئے گئے ہیں کہ وہ ایسا راستہ تجویز کریں۔ جس میں سے ہو کر کراچی سے خلیج فارس تک ریل بنائی جا سکے۔ اگر یہ لاین بن گئی تو یورپ اور ہندوستان کے درمیان سفر میں بہت آسانی ہو جاوے گی۔

(ا۔ا)

پولیس کنسٹبل چوری کے مال میں شریک

حال میں ملتان کے ایک مجسٹریٹ کے اجلاس سے ایک مقدمہ طے ہوا ہے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ لائل پور کی ایک بازاری عورت نورجہاں ملتان گئی ہیں۔ جہاں چار پانچ دن گزرنے پر رات کے وقت غلام مصطفٰی عرف نکا بدمعاش معہ دو کنسٹبلان اس کے مکان پر آیا۔ عورت کو باہر بلوا کر کہا کہ تمہارے برخلاف تھانہ میں رپوٹ ہوئی ہے۔ وہاں چلو۔ وہ باہر آئی اور سپاہی اُسے معہ اس کے آشنا کے تھانہ میں لے گئے۔

اُن کی غیر حاضری میں غلام مصطفٰے نے قفل توڑ کر تمام مال و اسباب نکال لیا۔ تھانہ سے یہ معلوم ہونے پر کہ ان کے خلاف رپوٹ نہیں ہوئی۔ دونوں واپس آگئے۔ تو مکان لٹا ہوا پایا۔ نورجہاں نے اس واقعہ کی رپوٹ تھانہ میں کی تحقیقات سے غلام مصطفٰے پکڑا گیا۔ عدالت نے اسکو قصوروار اور عادی مجرم پاکر ۲ سال قید سخت کی سزا دی ہے۔ دوران مقدمہ میں معلوم ہوا کہ دونوں کنسٹبل جو غلام مصطفٰے کے ساتھ آئے تھے اور وہ کانسٹبل جو بازار میں پہرہ پر تھا۔ چوری میں غلام مصطفٰے کے ساتھ شریک تھے اس لئے عدالت نے ان کنسٹبلان کی نسبت بھی مقدمہ چلانے کا حکم دیا ہے۔ (ا۔ا)

عام لوگ بھی جلوس دیکھ سکینگے

اب یہ خوشی سے سنی جاویگی۔ کہ حضور شاہ قیصر جارج پنجم کی سواری کا جلوس دہلی میں غریب غربا لوگ بھی دیکھ سکینگے۔ ایک خاص مقام جس کو میدان تیس ہزاری کہتے ہیں۔ وہاں عام پبلک بلاٹکٹ کے اپنے بادشاہ سلامت کے دیدار سے فیض یاب ہونگے۔ اس مقام پر ٹکٹ خریدنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس باعث عام لوگ اس پر خورسند پائے جاتے ہیں (عام)

سفر امریکہ
گذشتہ سے پیوستہ

اور کسی کو اس کی ماہیت معلوم نہیں ہوئی کہ وہ کون سے مصالحہ ہیں۔ جن سے لاش اس طرح سے ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھی جا سکتی ہے۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارے زمانہ کے سائنسدانوں نے حد درجہ کی ترقی کی ہے۔ لیکن اس راز کے حل کرنے سے عاری ہیں۔ مینار بھی کم حیرانی کا باعث نہیں ہیں بعض مینار چار سو پچاس فٹ کی بلندی کے ہیں۔ اور نیچے سے اوپر تک ایک ہی پتھر گھڑے ہوئے ہیں۔ آجکل کے جغرافیہ دان حیران ہیں کہ اتنے بڑے پتھر مصری کہاں سے لاتے ہونگے اور کیسے لائے ہونگے۔ کیونکہ اس قسم کا پہاڑ نزدیک نہیں ہے جہاں سے اتنے اتنے بڑے پتھر مل سکیں اور پھر یہ کہ اس زمانہ میں باربرداری کے ایسے سامان موجود نہ تھے جیسے ہمارے زمانہ میں۔ بس یہ مینار اس وقت سے آج تک ہر زمانہ میں باعث حیرانگی رہے ہیں اور رہیں گے۔ سویز سے گزر کر لال سمندر میں داخل ہوئے۔ اور اس وقت حضرت موسےٰ اور بنی اسرائیل کے اس سمندر میں سے گزرنے کا واقعہ یاد آیا اور کوہ سینا کا جو جنوبی عرب میں واقع ہے نظارہ آنکھوں کے سامنے آیا اس وقت خیال ہی میں دیکھتا تھا کہ بنی اسرائیل کوہ سینا کے میدان ہی میں ڈیرہ جمائے پڑے ہیں اور موسیٰ بندہ خدا پہاڑ پر خدا کی حضوری میں کھڑا ہے۔ اور بسبب خدا کی حضوری کی وہ پہاڑ بڑا اونچا اور خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی اس مقدس پہاڑ کو چھو نہیں سکتا۔ عرب کا بیابان وہی بیابان ہے۔ جہاں بنی اسرائیل چالیس سال آوارہ پھرتے رہے۔ یہ تمام نظارے میری آنکھوں کے سامنے گزرتے ہوئے نظر آئے اور خیال کیا کہ یہ ملک تو وہی ہے جس پر ۲ ہزار برس سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ باتیں وقوع میں آئیں۔ مگر افسوس [illegible] ملک میں دم [illegible] نہیں ہیں۔ قدرتاً اس سے ہر شخص کو سبق ملتا ہے کہ [illegible] دار فانی ہے

اور ہم سب کے سب یکے بعد دیگرے یہاں سے چل بسینگے کیونکہ [illegible] ذوالجلال خداوند کا کہنا ہے کہ انکی مانند نہیں ہیں جو مرتے دم پکار اٹھتے ہیں۔ "میں اندھیرے گڑھے میں جا رہا ہوں"۔ "میں آگ کے شعلوں میں ہوں"۔ "میں نے بہشت کو کھو دیا ہے"۔ "میں بالکل طیار نہیں ہوں" وغیرہ بلکہ ہمارے لئے ابدی مکان طیار ہے۔ اور ہماری آئندہ زندگی ہمارے لئے روز روشن کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے چمکتی ہے۔ ناظرین کیا آپ نے اس مکان کو ورثہ میں لے لیا ہے۔ کیا آپ یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ بہشت آپ کا ہے؟ اگر نہیں۔ یا اگر کچھ شک ہے تو اس کا تدارک آج ہی کرنا چاہئے۔ زندگی ناپائیدار ہے۔ لیکن موت یقینی ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ موت کب آپ کو آ دبوچے گی اس لئے پیشتر اس کے کہ موت آئے آپ بالکل تیار ہو جائیں کاشکہ ہمارا خداوند ہم کو ایسے ہی کرتے پائے جیسے اس نے حکم دیا ہے۔ آمین ثم آمین۔

ناظرین نور افشاں کو خوشخبری

ہم نے نور افشاں کے تمام کالم دینی مضامین کے لئے مخصوص کر دیئے ہیں۔ سوا خبروں کے تمام دینی مضامین عمدہ اور مفید درج اخبار ہوا کرینگے۔ انگریزی مفید کتابوں کے ترجمے بھی درج ہونگے۔ ایک صاحب نے دو تین انگریزی کی مفید کتابوں کا ترجمہ کرنیکا ذمہ بھی لیا ہے۔ شروع سال سے ہر ہفتہ ایک مختصر وعظ بھی اخبار میں درج ہوا کریگا تاکہ مشنریوں اور استادوں کو فائدہ پہونچے۔ نامہ نگاروں سے عرض ہے کہ اگر عمدہ عمدہ مضامین ہر ہفتہ نہیں تو پندرہ یوم کے بعد ایک مضمون ضرور بھیجا کریں۔ اگر کوئی صاحب کسی قسم کی اصلاح نور افشاں کے متعلق دینا چاہے تو اس پر خوشی سے غور کر کے عمل کیا جاویگا۔ ہم اس دینی اخبار کو مفید عام بنانا چاہتے ہیں۔ مگر لائق نامہ نگاروں کی خاص توجہ کی بڑی ضرورت ہے

ایڈیٹر و منیجر نور افشاں لودیانہ۔

اطلاع ضروری

ناظرین نور افشاں اور دیگر شائقین کی اطلاع کے لئے ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جو اشتہارات دینی کتابوں کے سال بھر نور افشاں کے شروع اور آخر کے صفحوں پر شایع ہوتے رہے وہ آئندہ کو اس طرح شایع نہ ہوا کرینگے۔ کیونکہ باقی آئندہ کا سلسلہ اکثر مضامین کے لطف کو کھو دیتا ہے۔ چاہئے کہ مضامین کے لئے زیادہ جگہ ہو۔ اس لئے جو صاحبان دینی کتابوں کی ضرورت رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ فہرست کتب جو ہر سال نئی شایع ہوا کرتی ہے۔ مفت بھیجی جایا کریں گی اور وہ خود کتابوں اور اُن کی قیمت سے مطلع ہو جایا کریں گے۔ لودیانہ بک سٹور اور سی ایل ایس سوسائٹی کی کتابوں اور لاہور بک اینڈ ٹرکٹ سوسائٹی کی کتابوں کی فہرستیں موجود ہیں جو شائقین بذریعہ درخواستوں کے مفت طلب کر سکتے ہیں۔

المشتہر

منیجر نور افشاں

ناظرین نور افشاں کو مژدہ

ناظرین بانمکین کو واضح ہو کہ ۱۹۱۲ء کے نئے خریداروں کو جو اب سال آئندہ کے لئے اس ماہ میں چندہ اخبار [illegible] آٹھ آنہ ادا کریں گے ان کو دو ڈھائی ماہ کے اخبارات برابر ملتے رہیں گے اور ان سے کچھ چارج نہ کیا جاویگا۔ یعنے ۳۱ دسمبر ۱۹۱۱ء تک مفت حاصل کرینگے چاہیئے کہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ کھو دیں۔ بلکہ اس دینی اخبار سے جس کا منشا و غرض صرف روحوں کی نجات ہی ہے فائدہ حاصل کریں۔

ایڈیٹر و منیجر نور افشاں۔

قصیدہ در مدح حضور شہنشاہ جارج پنجم و ملکہ میری درباب تاجپوشی

از منشی الیاس داس صاحب رسا

سر پر تاج کا مالک ہوا وہ شاہ ارحم ہے
یکایک دہر سے کافور رنج و ماتم و غم ہے
کہوں میں کیا کہ کس رونق پہ جشن باغ عالم ہے
مبارک ہو تجھے اے ہند و لنڈن بہجت و عزت
ہے جسکے فیض و الطاف و کرم کا شور دنیا میں
تمام عالم میں اب خوشیاں منانیکا سبب یہ ہے
خوشی سے کیوں نہ ہم سب کے دل مسرور کھل جائیں
مبارکبادیاں دے کیوں نہ دنیا شاہ و ملکہ کو
ہمارے بادشاہ جارج پنجم و ملکہ میری
کریں ہم پر حکمرانی ابد لطف و عنایت سے
کریں جو کچھ کریں تیری ہدایت پاک اے خالق
مسیحا انکے ہاتھوں سے یہ ہند آباد ہو جائے
کسی پر اب کوئی ظلم و تعدی کر نہیں سکتا
خوشی او عیش کے ہر جا صدا نقارے بجتے ہیں
جسے دیکھو وہی مارے خوشی کے پھولا پھرتا ہے
غنیم روسیہ کا کیا خطر ہو آپ کے دل میں
عملداری میں ہے یہ حسرت حسن انتظام ایسا
امیر و بینوا دونوں ہیں اس سرکار میں یکساں
سخاوت آپکے ہاتھوں نے کی ہے ایسی دنیا میں
مٹا نام و نشاں گویا زمانے سے مصیبت کا
ہنسا دیتا ہے پژمردہ دلوں کو تو شہ والا
تری آمد کی شکر ہے خوشی اندازے سے باہر
خوشی کا اسکی اندازہ کوئی کر ہی نہیں سکتا
لکھوں میں اے شہ والا ترے جوہر کہاں تک
غریبوں بیکسوں کو کی حمایت فعل ہے تیرا
رسا بس یہ دعا دیتا ہوا خاموش ہوتا ہے
رہے جبتک یہ قائم شہنشاہ اس زمانے میں
خداوند دو عالم مہرباں ہو حال پر تیرے
مبارک تاجپوشی کی خوشی ہو شاہ کو یارب

کہ جس کے فیض کا ممنون احسان سارا عالم ہے
خوشی و راحت و تسکین سے پر سارا عالم ہے
خمار عیش میں ڈوبی ہوئی ہر چشم پر نم ہے
ترا سرتاج و مالک اب ہوا وہ شاہ ارحم ہے
اسی کے جود و احساں سے منور سارا عالم ہے
کہ شاہ ہند و لنڈن افتخار تخت اعظم ہے
نشیں بر تخت اعظم اب ہمارا شاہ ارحم ہے
سر و سر پہ جسکے اب سایا فگن خود رب اکرم ہے
تصدق جسکے انصاف و کرم پر عرش اعظم ہے
مٹا ہیں کجروی کا نام نالاں جس سے عالم ہے
رہے مد نظر وہ کام جسمیں فیض عالم ہے
مٹے ظلم و ستم کا نام نالاں جس سے عالم ہے
غریبوں کی حمایت پر ہمارا شاہ ارحم ہے
کہ انگلستان سے اس ہند تک اک جشن اعظم ہے
کہ رسم تاجپوشی کا کچھ ایسا جشن اعظم ہے
نگہباں آپکا ابن خدا انور رک و سلم ہے
رعیت آپکی بیخوف ہے بے ڈر ہے بے غم ہے
کسی کی زور رعایت نہ کسی کا مرتبہ کم ہے
کہ جسکو دیکھکر شرمندہ دلمیں جود حاتم ہے
گلستان جہاں میں آج وہ فرحت کا عالم ہے
وہ شیریں گفتگو تیری ہرے زخموں کا مرہم ہے
ترے قدموں سے شاہا ہر بشر شاداں و خرم ہے
رعیت اسقدر شاداں ہے اور شاد و خرم ہے
تری تعریف بیحد اور میرا حوصلہ کم ہے
جو جوہر تجھ میں ہے اے شاہ اوروں میں بہت کم ہے
حکومت تو کرے جبتک زمین و عرش اعظم ہے
رہے تو لطف گستر بس دعا میری یہ ہر دم ہے
یہی ہر لحظہ خواہش ہے یہی کوشش ہر دم ہے
رسا ہے زار کی تیرے دعا یہ تجھ سے ہر دم ہے

رسا اک اور مطلع لکھ کے کر کچھ گوہر افشانی
طبیعت کا تری کچھ اور ہی اسوقت عالم ہے

مطلع ثانی

قلم لرزاں ہے دل حیراں زباں کو میری لکنت ہے
زمانے سے نرالی شاہ اعظم کی طبیعت ہے
ہوئی ہے یاد کسکی جسکے باعث سے مرے دل میں
رسا اسوقت ہیں خاموش کیوں بیٹھے ہو کچھ بولو
سخنور ہیں ارے انگلینڈ جو تیرے گلی کوچے
گرامی نام شاہ جارج پنجم ہے شہنشاہ کا
نظر آتا نہیں ہم کو کوئی ایسا زمانے میں
وہ دولت مند ہیں ذی علم ہیں شاہ ہیں خوش گو ہیں
عطائے بے طلب نے کر دیا ہے سیر عالم کو
نہیں ہے کوئی انکے راج میں محتاج اور مفلس
وہ مالامال کر دیتے ہیں اک ساعت میں سائل کو
نہیں پھرتا ہے خالی ہاتھ کوئی آپ کے در سے
مٹا گئے ہیں زمانے رانداں بیٹھے ہوئے گھر میں
رعایا انکی ہے بیخوف انصاف اس کو کہتے ہیں
متاع و مال و زر سب کچھ دیا ہے ان کو دنیا میں
جفا و ظلم کا کیا کام اس سرکار عالی میں
رہیں کے فیض سے دریا بہا ہے سارے عالم میں
کیا ہے سب کو مالامال اپنے جود و احساں سے
بجے رہتے ہیں رستم کی طرح وہ تیغ و خنجر سے
کرے کیا وصف کوئی آپکے گھوڑے کی تیزی کا
رسا ہیں اس دعا پہ ختم کرتا ہوں قصیدہ کو
خدایا شاہ اعظم کو تو عمر جاوداں دیدے
دعائیں مانگتا ہوں رات دن اٹھوں پہر ہر دم
اراکین آپکے جتنے ہیں اور جتنے مصاحب ہیں
مرے اشعار اس قابل نہیں جو پسند آئیں
نہیں اچھا نہ شعر اچھے نہ جسکا کچھ صلہ مانگوں

کروں میں آپکی تعریف کیا میری حقیقت ہے
عداوت سے عداوت ہے محبت سے محبت ہے
خوشی ہے خرمی ہے عیش ہے شادی ہے بہجت ہے
لکھو کوئی قصیدہ آج تو موزوں طبیعت ہے
مرے مدح کے قدموں نے سب کچھ کو رفعت ہے
انہیں کہتے ہیں سب اعظم جہاں میں انکی شہرت ہے
ہیں وہ اعظم ہیں سکندر کی سی دولت ہے
ذہانت ہے متانت ہے ذکاوت ہے فصاحت ہے
تجمل داد و دہش سے انکے حاتم کی سخاوت ہے
غریبوں پر اسیروں پر ہمیشہ سے عنایت ہے
یہ سچ ہے ہمت حاتم سے بڑھکر انکی ہمت ہے
سکندر کی طرح سرکار کی دنیا میں شہرت ہے
کسی سے یہ نہیں کہتے کہ تم کو کیا ضرورت ہے
نہ کھٹکا رہزنی کا ہے نہ چوری کی شکایت ہے
خدا کی ان پہ بیحد مہربانی ہے عنایت ہے
عملداری میں انکی جسطرف دیکھو عدالت ہے
زمانے میں جو دولت ہے وہ سب انکی بدولت ہے
ظفر اقبال ہیں شاہ و کام ان کی رعیت ہے
جلو میں انکے ہر ساعت لشکر کرتے شجاعت ہے
چھلاوہ ہے ہوا ہے برق ہے آندھی ہے آفت ہے
رہیں خوش شاہ اعظم بس یہی اب میری نیت ہے
یہی میری تمنا ہے یہی بس میری حاجت ہے
رہیں خوش شاہ اعظم بس یہی اب میری منت ہے
خدا حافظ ہے سبکا ہی بس میری منت ہے
اگر وہ دیکھیں انکو تو یہ انکی عنایت ہے
ملے جو کچھ مجھے سرکار والا کی عنایت ہے

رسا کچھ عرض کی حاجت نہیں ہے شاہ ارحم سے
کہ غربا پروری بندہ نوازی انکی عادت ہے

راقم الیاس داس رسا [illegible] لاہور

بادری ای۔ ایم۔ ویری صاحب ڈی ڈی ایڈیٹر و منیجر نور افشاں کے لئے مشن سٹیم پریس لودیانہ میں باہتمام [illegible] کے چھپا۔